رضوانہ امیر الحق

ملنے کی گھڑی جو ٹھہری سے

اب تک سینکڑوں بار وہ اس منحوس گھڑی کو کوس چکی تھی۔ جب نہ جانے کس دھن میں اس نے سوچے بغیر اکنامکس کا سبجیکٹ سلیکٹ کیا تھا۔ میٹرک میں اس نے رو دھو کر میتھس کا پیپر کلیر کیا تھا۔ جب بی اے پارٹ ون میں اکنامکس کے ساتھ ہی میتھس کی (اندوہناک) کتاب ہاتھ میں آئی تو پھر اس کے ہوش ہی اڑ گئے تھے۔

حقیقتاً" عقل گھاس چرنے جا چکی تھی جو وہ کلاسز

ناولٹ

اسٹارٹ ہونے کے بعد بھی ماتم کرنے میں مصروف رہی اور یہ سبجیکٹ چینج کرنے کا خیال تک نہ آیا ورنہ دوسرے آسان آپشنز بھی تھے۔ اس کے بعد اس کی سہیلیوں نے بھی خوب ہی اس کی پیٹھ تھپتھپائی۔

"کوئی بات نہیں یار۔۔۔! وی آر فرینڈز۔۔۔ مل ملا کر کچھ نہ کچھ کر ہی لیں گے۔۔۔" اور یوں یک لخت پھلانگ کر پارٹ ون کے ایگزامز سر پر آ پہنچے۔۔۔ مگر سر میں موجود دماغ اس سبجیکٹ کی ہولناکی کو قبول کرنے سے ہنوز انکاری تھا۔ "مل ملا کر" کچھ کرنے والی دوستوں نے بھی عین دنوں میں دھوکا دے دیا تھا۔

نتیجتاً" وشہ بی بی کے باقی پیپرز تو پاسنگ مارکس میں بائے چانس کلیر ہو بھی گئے۔ مگر اکنامکس کا وہی حال ہوا جو کہ متوقع تھا۔ اس نے سوگ بھی منانے میں کوئی کسر نہ رکھی تھی۔ لہٰذا امی نے فیصلہ صادر کر دیا کہ اب وشہ گھر میں ہی کسی ٹیوٹر سے انفرادی طور پر پڑھ کر ایگزامز کی تیاری کرے گی۔۔۔ لیکن؟ کیا یہ ضروری تھا کہ طلال الدین ولد کمال الدین جیسا ہٹلر، بور اور سڑیل مزاج بندہ ہی اسے ٹیوشن پڑھائے۔۔۔ اب پرانی گھڑیوں کے ساتھ ساتھ وہ اس گھڑی کو بھی کوسنا نہ بھولتی جب امی حضور کے ذہن زرخیز میں چچا کمال کے صاحبزادے۔۔۔ معاشیات میں ایم اے، لیکچرار طلال صاحب کا خیال آیا اور وہ تو گویا چاروں جانب سے دشمنوں میں گھر گئی تھی۔

ابتدا میں طلال اسے بڑی نرمی سے پڑھا رہے تھے۔۔۔ مگر جب چند ہی دنوں میں اس کی بے توجہی اور کند ذہنی کا اندازہ ہوا تو اپنی طبیعت کے برخلاف وہ سختی پر ڈٹ گئے۔ جو کہ اسے خاصا ناگوار گزرتا تھا۔ گھر والوں کی طرف سے انہیں مکمل آزادی تھی۔ جتنی دیر چاہے اس کے سر پر مسلط رہ سکتے تھے اور وہ تھی کہ جان چھڑانے کے بہانے تلاشتی۔ ڈانٹ ڈپٹ سہنے کی عادت جو نہ تھی۔ جب طلال اسے سمجھا سمجھا کر تھک جاتے، نہایت سنجیدگی سے اسٹڈی کی طرف اس کی توجہ مبذول کرانے کے لیے فرسٹ ایئر کے فیل شدہ پیپر کا حوالہ دیتے تو یہ حوالہ اسے چابک کی طرح خود پر پڑتا محسوس ہوتا اور ہر مرتبہ ہی وہ جبراً" کوشش کرتی کہ طلال کو اب شکایت کا موقع نہ دے گی لیکن جانے کیوں وہ اپنی کوشش میں بار آور نہ ہو سکی تھی۔

معاشیات کا لیکچر سنتے ہوئے اسے یوں لگتا وہ کسی پنساری کی دکان یا منڈی میں بیٹھی ہے جہاں بھاؤ تاؤ رسد و طلب کا بازار گرم ہے معاشی ترقی، قدرتی وسائل، زراعت، نجکاری، بنکاری، عجیب و غریب موضوعات تھے۔ گوشوارے بنانا ایک قیامت تو میتھ پورشن دوہری قیامت۔ اس پر اتنا ور جے کی بددلی چھا جاتی تھی۔

"دسیوں بار کہہ چکا ہوں تم سے پین کے بجائے پنسل سے میتھس کے سوال حل کیا کرو۔ غالباً" تم جیسی کند ذہنوں کے لیے ہی پنسل ایجاد ہوئی ہے۔۔۔"

بالکل ٹھیک سے وہ اسے سمجھا جاتے تھے۔ لیکن سوال حل کرتے ہوئے پین سے کاٹ پیٹ کر پورے صفحے پر عجیب و غریب نقشہ کھنچا دیکھ کر طلال کو فوراً" ہی غصہ آجاتا تھا۔۔۔ اس روز بھی خود کو کند ذہن گردانے پر اس کا خون کھول اٹھا تھا۔

☼ ☼ ☼

"یار وشہ۔۔۔! تمہاری تیاری کیسی چل رہی ہے۔۔۔"

"لنگڑی لولی سی۔۔۔" بغل میں فائل دبائے بائیں شولڈر پر بیگ لٹکائے منہ میں سموسہ بھر کر کوک کے سپ لیتے ہوئے وہ بمشکل چل کر بولی۔

"لیکن اس بار تو تمہارے پاس نوٹس بڑے

زبردست ہیں۔ مجھے بھی دے دینا۔۔۔ ویسے کس بھائی بند سے پڑھ رہی ہو۔" حمرا نے پیسٹری کا بڑا سا نوالہ حلق سے نیچے اتار کر توصیفی انداز میں پوچھا تھا۔

"ہرگز نہیں۔۔۔" وشہ بری طرح چڑ گئی تھی۔ "تم لوگوں نے میرے ساتھ بہت برا کیا ہے۔۔۔ اب میں تم لوگوں پر اعتبار ہرگز نہیں کروں گی۔۔۔" حمرا کے ہونٹوں پر بڑی محظوظ سی مسکراہٹ تھی۔ وشہ ان چاروں پر نظر ڈال کر بے نیازی سے بولی۔

"ویسے تمہاری اطلاع کے لیے عرض کرتی چلوں کہ مجھے پڑھانے والے بھائی بند بڑے خشک مزاج اور روبوٹ ٹائپ انسان ہیں۔ جن سے پڑھنے والا خودکشی کی سوچنے لگتا ہے۔ میں بھی آج کل اسی سوچ بچار میں ہوں۔ لیکن یہ بھی سوچتی ہوں۔ پیپر کلیر کر کے پہلے ان کی نظروں میں اپنی عزت بحال کر لوں۔" وہ بڑی بے فکری سے بولتے ہوئے اچانک چونک ہو کر سیدھی کھڑی ہو گئی تھی۔

"ارے۔۔۔ وہ دیکھو ذرا۔۔۔ روبوٹ۔۔۔ اسے کہتے ہیں۔۔۔ کیا کہتے ہیں۔۔۔؟" وہ کنپٹی پر انگلی ٹھونکتے ہوئے سوچنے لگی۔

"کون۔۔۔ کون ہے یہ۔۔۔" ان چاروں نے فوراً اس کی نظروں کے تعاقب میں گیٹ سے داخل ہو کر آگے بڑھتے شخص کو دیکھا تھا۔

"آؤ۔۔۔" وہ ان سب کو لے کر آگے بڑھی۔ "میں تم لوگوں کو طلال بھائی سے ملواتی ہوں۔۔۔ طلال بھائی۔۔۔؟" دور سے ہی اس نے چیخ کر طلال کو مخاطب کیا تھا۔ ہیڈ آفس کی طرف بڑھتے ہوئے طلال کے قدم رک گئے۔ بلند آواز میں پکارے جانے پر بڑی ناگواری سے انہوں نے نظریں موڑ کر اسے دیکھا تھا۔ جو دوستوں کے جھرمٹ میں بڑی ادا سے چلی آ رہی تھی۔ اس کے سراپے پر نظر ڈال کر ناگواری میں اضافہ ہی ہوا تھا۔ جسے انہوں نے فی الوقت چھپا لیا۔

"ہیلو طلال بھائی۔" وہ پاس آ کر مسکرائی۔

"یہ میری فرینڈز ہیں۔۔۔ فرحین، نزہت، حمرا اور اقراء۔۔۔" ہاتھ کے اشارے سے بتاتے ہوئے اس نے تعارف کروایا۔ "یہ ابھی آپ کے لکھوائے ہوئے نوٹس پر ریمارکس دے رہی تھیں۔ سو آپ کو یہاں دیکھ کر میں نے سوچا ملوا ہی دوں۔۔۔" طلال نے اس کی فرینڈز کے۔ "آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔۔۔" کہنے پر محض سر ہلا کر وشہ کو اپنے ہمراہ آنے کا اشارہ کیا تھا۔

"سوڈیشنگ یار۔۔۔ بندہ زبردست ہے۔" اس نے طلال کے ساتھ جاتے ہوئے حمرا کی معنی خیز سرگوشی سنی تھی، یہ بلند سرگوشی یقیناً" طلال کی سماعتوں تک بھی پہنچی ہوگی۔

"یہ فضول سا حلیہ بنا کر کالج آنا شرط ہے۔۔۔؟" اس کے رخسار پر جھولتی لٹ کو دھیرے سے کھینچ کر پوچھنے سے پہلے طلال نے اسے تیز نظروں سے گھورا تھا۔۔۔ اسے ہیڈ آفس والی راہداری میں کھڑا کر کے وہ میڈم کے پاس چلے گئے تھے۔ جس کام سے وہ آئے تھے اسے کر کے تقریباً" بیس منٹ بعد وہ لوٹے تو وشہ کے گمان میں بھی نہ تھا یہ سننے کو ملے گا۔ یعنی آئی لائنو، پلکوں کو خم دیتا مسکارا، نیچرل لپ اسٹک اور دوسری کئی کاسمیٹکس انتہائی نیچرل انداز میں چہرے کے خدوخال میں جمال دکھا رہی تھیں۔ طلال روز ہی وشہ کو دیکھتے تھے پھر یہ مصنوعی آرائش کیونکر ان کی نظروں سے پوشیدہ رہ سکتی تھی۔ فٹنگ کی قمیص میں دوپٹہ بمشکل اس کے شانے پہ ٹکا جھول رہا تھا۔ گھر میں تو یہ لاپرواہی چل سکتی تھی مگر باہر نہیں۔ طلال کو اس کی لاپروائی اس وقت بری طرح کھلی تھی۔ بڑی امی پہ بھی انہیں افسوس ہوا کہ وہ وشہ کی طرف سے خاصی غیر ذمہ داری کا ثبوت دے رہی تھیں۔

اور پھر دوستوں کی غلط صحبت، درسگاہ کے آداب اور سادگی پر وہ ڈھیر سارا لیکچر وصول کر کے لوٹی تو بے طرح موڈ آف تھا۔ اس لیے دیر سے آنے پر دوستوں کے معنی خیز سوالوں کا بھی کوئی خاطر خواہ جواب نہ دیا اور وہ سب تھیں کہ طلال کی پرسنالٹی کو ہی ڈسکس کیے جا رہی تھیں۔

"ہونہہ۔۔۔! کوئی میرے دل سے پوچھے موصوف کتنی کڑوی چیز ہیں۔ میری اماں نے تو آج تک مجھ پر

بے جا پابندی عائد نہیں کی اور یہ حضرت اماں کی شہ پر میرے دادا ابا بن بیٹھے ہیں جب جی چاہا بے عزتی کر دی۔"

وہ اماں ابا کی لاڈلی، تین بھائیوں کی اکلوتی بہن تھی۔ حد سے زیادہ لاڈ پیار اور سب کی منظور نظر ہونے کی وجہ سے ابھی تک فطرت میں بچپنا تھا۔ کبھی کوئی فرمائش رد نہیں کی جاتی تھی۔

ابا کو اس کے زیادہ پڑھنے کا ارمان تھا تو اماں کو صرف جلد از جلد اس کی شادی کرنے کا۔ دو بھائیوں کے بعد وشہ خاصی تاخیر سے آئی تھی اور اس کے بعد جنید تھا۔ احمد بھائی کی شادی ہوئی تو وہ بہت چھوٹی تھی۔ چھ سات سال پہلے بھابھی بھی بھائی کے پاس دبئی چلی گئی تھیں۔ اب وہ دو بھائیوں کے درمیان سینڈوچ بنی رہتی تھی۔ اسے ستانے میں دونوں ہی کم نہ تھے۔ جنید اس سے چھوٹا ہونے کے باوجود خود کو اس کا بزرگ اور عقل کل سمجھتا تھا۔ اسی بات پر اس کی جنید سے آئے دن جھڑپ ہوتی رہتی تھی حقیقتاً" بھی وہ جنید سے خاصی چھوٹی نظر آتی تھی۔

وشہ کے فیل ہونے پر دونوں بھائیوں کے درمیان گویا محاذ کھل گیا تھا۔ ایک کہتا فلاں انسٹیٹیوٹ میں پڑھ لو۔ دوسرا کہتا۔۔۔

"نہیں آج کل فلاں اکیڈمی میں اچھی پڑھائی ہوتی ہے تم وہاں ایڈمیشن لو۔" زچ ہو کر امی نے اپنا فیصلہ سنا دیا۔ "اپنا طلال اسے گھر آ کر پڑھا دیا کرے گا۔ گھر کا لڑکا ہے وشہ کو پڑھنے میں پرابلم نہیں ہوگی۔"

"ارے ہاں۔۔۔! ہمیں پہلے خیال کیوں نہ آیا۔" امی کی بات پر سب ہی متفق ہو گئے تھے اور یہیں سے صحیح معنوں میں وشہ جمال کی پرابلم شروع ہوئی تھی۔ گھر بھر کی منظور نظر ہونے کے سبب اس کی جن خامیوں پر قطعاً" گرفت نہ تھی۔ وہ طلال کی بے اختیاری اصلاحی تنقید کے ذریعے برملا وشہ کے علم میں آنے لگی تھی اور ہر بار طلال کے لیے وشہ کی ناپسندیدگی کا گراف بڑھتا ہی رہا تھا۔۔۔ وہ حقیقتاً" جاذب نظر اور حسین صورت میں شمار ہوتی تھی۔ اس کے نازک و دلکش سراپے، ستواں ناک، چھوٹے سے گلابی دہانے، بادامی آنکھوں اور سنہری رنگت میں بنا کسی آرائش و زیبائش کے بھی نظریں ٹھٹک جاتی تھیں۔

اس پر مستزاد کالج کی فرینڈز بھی اسے خوب چڑھاتیں۔

"وشہ اگر تم اپنی لمبی پلکوں پر مسکارے کا ہلکا سا ٹچ دے دیا کرو تو تمہاری آنکھیں اور غضب ڈھائیں گی۔۔۔"

"فلاں ہیئر اسٹائل بہت سوٹ کرے گا تم پر۔۔۔"

"وشہ! تمہارا فگر زبردست ہے۔"

اس طرح کی باتوں اور تعریفوں پر وہ بلا سوچے سمجھے مغرور ہو کر عمل بھی کر گزرتی۔

اسے حیرت ہوتی تھی کہاں تو امی اسے چچی سے سو گز دور رہنے کی تاکید کرتی تھیں۔ کہاں اسے طلال کے حوالے کر کے مطمئن بیٹھی رہتی تھیں۔ طلال بھی تو آخر چچی کا ہی بیٹا تھا۔۔۔ یہ بھی سچ تھا کہ امی کو طاہرہ آپا، طلال اور نمرہ سے کوئی پرخاش نہ تھی۔ پرخاش تو چچی اور کمال چچا سے بھی نہ تھی بس اپنے سوال کے رد ہونے کا ملال ان سے مٹتا نہ تھا۔ حالانکہ ابا نے انہیں بہت سمجھایا لیکن ان کے بڑے پن کی انا پر چوٹ پڑی تھی۔

سالوں پہلے طاہرہ آپا کی بات طے ہونے پر احمد بھائی نے بوکھلا کر امی سے اپنے دل کی بات کہی تھی تو امی کو اعتراض نہ ہوا تھا۔ وہ بہت خوشی خوشی کمال چچا کے پاس احمد بھائی کا رشتہ لے کر گئی تھیں۔ لیکن کمال چچا نے بڑی سہولت سے اپنی مجبوری ظاہر کی تھی۔

"زبان دینے کے بعد پھر جانا مناسب نہیں ہے بھابھی! اگر آپ پہلے اشارتاً" بھی کچھ کہتیں تو ہمیں ہرگز اعتراض نہ ہوتا۔۔۔"

"بھابھی اگر ایسا ہی ہے تو آپ نمرہ کو نوید کے لیے لے لیجیے۔۔۔" چچی کافی حد تک سادہ مزاج تھیں وہ امی کی ناراضگی محسوس کرتے ہوئے بولیں۔ لیکن ایک انکار امی کے دل کو ایسا لگا سالوں بعد بھی دل صاف نہ ہوا۔

"اپنوں کو چھوڑ کر کمال نے غیروں میں بیٹی بیاہ دی۔ جس کے لیے جھولی پھیلائی وہی نہ ملی تو دوسرے تیسرے بیٹے کا رشتہ جوڑنا بھی مجھے منظور نہیں۔"

یوں جلد بازی کر کے کم عمری میں ہی امی نے احمد بھائی کی شادی کر دی۔ کمال چچا کو بھاوج کی ناراضگی کا شدت سے احساس تھا۔ اس لیے انہوں نے طلال کے لیے خود بہت محبت سے وشہ کو مانگا کہ شاید دلوں کی دوریاں اسی طرح مٹ جائیں۔ لیکن امی اپنے موقف سے ایک انچ نہ ہٹیں۔

یہ ضرور ہوا کہ وشہ کو چچا کے گھر بہت کم جانے دیتی تھیں۔ کچھ وشہ بھی بے نیاز تھی۔ جب تک چچا کا گھر دور تھا۔ وہ ان کے گھر کے حدود اربعہ سے بھی واقف نہ تھی۔ نمرہ سے تھوڑی بہت بات چیت کبھی کبھار کے ملنے ملانے سے ہو جاتی تھی مگر طلال کو تو وہ شکلاً بھی یاد نہ رکھتی تھی۔ ابا اور نوید بھائی باقاعدگی سے چچا کے گھر جاتے تھے اور جب کمال چچا طویل علالت کے سبب عدم کو سدھارے تو ابا نے بھاوج اور بچوں کی خبر گیری کے لیے طلال کو مشورہ دیا کہ وہ ان کے گھر کے قریب ہی کوئی گھر خرید لے... یوں دو سالوں سے وہ لوگ ان کے قریب ہی رہتے تھے۔ نوید بھائی کی طلال سے دوستی مزید گہری ہو چلی تھی۔ چچی بھی اکثر آتی تھیں۔

"بھابھی... !لڑکی ذات ہے... لاڈ پیار کے ساتھ اسے گھر کی ذمہ داریاں نبھانا بھی سکھائیں... ورنہ تو اسے بڑی مشکل ہو گی۔" ایک روز وشہ کی گھریلو امور سے ناواقفیت اور ضدی طبیعت کو دیکھ کر چچی نے سادگی سے امی کو مشورہ دیا تھا اور انہیں تو پتنگے لگ گئے تھے۔

"اے خدیجہ... تم کاہے کو فکر مند ہو... تمہارے پلے ہرگز نہیں بندھے گی میری نازوں پلی بچی... اور گھر کے کام کا کیا ہے۔ سر پر پڑے گا تو سیکھ لے گی۔"

وہ لمحوں میں بے رخی پر اتر آئی تھیں۔ چچی نے تو ابھی چند دنوں پہلے بھی کافی کوشش کی تھی کہ وہ طلال اور وشہ کے لیے مان جائیں۔ سیدھی سی بات تھی اس میں انہیں کوئی غرض نہ تھی لیکن امی کے دل دکھنے کا احساس تھا۔ جبھی وہ مداوا کرنا چاہتی تھیں۔ طلال اس قصے سے واقف تھے مگر وشہ کو کچھ خبر نہ تھی۔

☼ ☼ ☼

پتا نہیں یہ وشہ کا وہم تھا یا سچ... اسے لگتا وہ طلال کی کڑی نگرانی میں ہے۔ صبح کالج جانے کے لیے وین کے چنگھاڑتے ہارن پر دوڑتی ہوئی وہ باہر آتی تو اکثر ہی طلال سے سامنا ہونے لگا تھا۔ کبھی وہ اپنے گیٹ پر کھڑے کسی سے بات کرتے ملتے، کبھی چھوٹے سے ٹیرس پر پریڈ کرتے نظر آجاتے۔ کبھی بیکری سے ناشتے کا سامان لاتے ہوئے... یا شاید پہلے بھی اسی طرح کی روٹین رہتی تھی مگر وشہ نے اب ذرا دھیان دینا شروع کیا ہو گا۔ بہر حال وشہ کو محسوس ہوتا تھا وہ ایک بھرپور تنقیدی نگاہ اس پر ضرور ڈالتے ہیں۔ سو وہ محتاط ہو گئی تھی۔

اس نے نیچرل لک دیتا میک اپ کرنا چھوڑ دیا۔ ریشمی بالوں کو کلپ میں قید کر کے جی کہ جو چند لٹیں چہرے کے گرد ہالہ کر کے اس کی دلکشی میں اضافہ کرتی تھیں وہ انہیں بھی باریک پنوں میں قید کر کے سلیقے سے دوپٹہ اوڑھ کر وین میں بیٹھتی تھی۔ ایسا ان نظروں کا خوف تھا کہ کالج میں بھی سارا وقت وہ دوپٹہ اپنے اردگرد پھیلائے رکھتی مبادا وہ اس روز کی طرح پھر ٹپک پڑیں۔

اب ایک اور مصیبت سر پر آپڑی تھی کہ اپنی فرینڈز کو کسی طرح اس ہٹلر نما "جن" کی تعریفوں سے روکتی جو اس پر فدا ہوئی جا رہی تھیں۔ اس پر ان کی باتیں... الاماں...

"یار وشہ... !تیرے تو عیش ہیں۔ یک نہ شد تین شد... ایک تو اتنا ہینڈسم بندہ، دوسرے چچا زاد، تیسرے کالج کا لیکچرار..." وہ چاروں ہاتھ پر ہاتھ مار کر ہنس پڑیں۔

"سو واٹ؟" وشہ نے شانے اچکا دیے۔

"اوئے... قابو میں کر لے نا... پیپر کلیر کروانے میں سورس کام آئے گی... رٹا مارنے اور بقول تیرے

"ہولناک الجبرا" سے بھی تجھے نجات مل جائے گی۔ ایگزامینیشن ہال میں وہ خود آکر تیرا پیپر بڑے پیار سے سولو کریں گے... ساتھ میں تو ہمارے بھی عیش کروا دیتا..." نزہت کی اس بات سے تینوں متفق ہوئی تھیں۔

"کیسے قابو کر لوں...؟" وہ ان کی روز روز کی لن ترانیوں سے زچ ہو کر بولی... "میرے پاس کوئی جادو کا چراغ تو ہے نہیں۔"

"اوئے ہوئے... تو تو خود چاند، ستارا وغیرہ ہے... تجھے چراغ کی کیا ضرورت۔" فرحین بے ساختہ بولی۔ ساتھ اقرا نے بھی لقمہ لگایا۔

"اور کیا بس ادائیں وادائیں دکھلا کر مردوں کو قابو کرنا کون سا مشکل ہے۔ ویسے بھی تمہارے کہنے کے مطابق اسے چالاک لڑکیاں غالباً "پسند نہیں ہیں..."

"یہ تو میں نے نہیں کہا۔ البتہ وہ لڑکیوں کو باکردار دیکھنا پسند کرتے ہیں۔"

"اوہو..." چاروں نے سیٹیاں بجا کر شور مچایا تو وہ جھینپ سی گئی تھی۔

چار بج کر بیس منٹ ہو چکے تھے۔ عموماً" طلال اس وقت تک آجاتے تھے اور وہ نیند کی قربانی دے کر جبراً" خود کو پڑھنے کے لیے آمادہ کرتی تھی۔ ورنہ کتنا دل چاہتا کہ دو بجے سوئے تو شام ڈھلے تک خراٹے لیتی رہے۔

اس نے کتاب کھولی مگر ایک حرف بھی پڑھنے کا جی نہ چاہا تو ٹی وی آن کر لیا۔ پورے گھر میں اس وقت خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ گھر میں سارا دن وہ یا امی ہی ہوتی تھیں۔ پانچ بجے کے بعد تھوڑی ہلچل کا احساس ہوتا تھا جب امی قیلولہ کر کے اٹھتیں۔ ابا، نوید بھائی اور جنید گھر میں ہوتے تو سچ مچ رونق ہو جاتی تھی۔

نہایت ہلکی آواز میں انگلش گانے چل رہے تھے۔ کیبلز کے غیر ملکی چینلز کبھی وہ شوق سے نہیں دیکھتی تھی۔ لیکن اس وقت اس پر کوئی سوچ حاوی تھی جبھی اس کی نظروں کا ارتکاز اسکرین پر اس کے انہماک کو ظاہر کر رہا تھا۔ وہ اتنی مگن تھی کہ طلال کی آمد کا بھی پتہ نہ چلا۔

جب انہوں نے اس کے ہاتھ سے ریموٹ لے کر ٹی وی آف کیا برائے نام کپڑے جسم پر چپکائے جھولتی ڈولتی حسینہ کو اسکرین سے غائب کیا تو وہ چونک پڑی۔ خفت کا رنگ طلال کو دیکھتے ہی چہرے پر لہرایا تھا۔ اب ضرور یہ کچھ نہ کچھ کہیں گے۔

"میں دستک دے کر اندر آیا ہوں... لیکن تم شاید اتنی مگن تھیں کہ سن نہ سکیں۔" وہ اس کی جز بز ہوتی خفت زدہ شکل دیکھ کر سنجیدگی سے بولے۔ وشہ نے کن انکھیوں سے دیکھا... چہرے سے اندازہ نہ ہوا کہ غصہ میں ہیں یا نہیں۔ البتہ وشہ پر اس وقت گھڑوں پانی پڑ گیا تھا۔ دل زور زور سے دھڑکنے لگا... "کیا سوچ رہے ہوں گے طلال بھائی... میں یہ بے ہودہ چینلز بڑے شوق سے دیکھتی ہوں۔" طلال کے آگے صفائی دینے کی ہمت بھی نہ ہو رہی تھی۔

"اٹھ کر لائٹ آن کرو..." طلال کے کہنے پر اسے بھی لاؤنج کی تاریکی کھٹکنے لگی تھی۔ سرعت سے اٹھ کر اس نے کھڑکی کے پردے سمیٹ کر لائٹ بھی آن کر دی۔

اب وہ دوبارہ سر جھکا کر بیٹھ گئی تھی۔ مزید کچھ دیر خاموشی طاری رہی تو اسے طلال کی طرف سے الجھن محسوس ہونے لگی۔ اب تک انہوں نے کتاب کھولنے کو بھی نہیں کہا تھا۔ ورنہ وہ ذرا سی بھی اس وقت آئیں بائیں شائیں کرتی تو وہ اسے فوراً" ٹائم ویسٹ ہونے کا احساس دلاتے تھے۔

طلال کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ ادب تمیز و تہذیب سے کب اس لڑکی کا واسطہ پڑے گا۔ یہ وقت اس کے پڑھنے کا تھا اور وہ بیٹھی لچر قسم کے پروگرام دیکھ رہی تھی۔ کوئی ایک بات کوئی ایک خوبی تو اس میں ایسی نظر آئے جس پر انہیں خوشی محسوس ہو... اس کے برعکس وہ تمام عادتیں اس میں بدرجہ اتم موجود تھیں جن پر نکتہ اعتراض اٹھے... اور وہ بھی دھڑلے سے اعتراض کرتے تھے۔

وہ ہاتھ گود میں رکھے انگلیاں مروڑتی گویا طلال کی طرف سے کچھ کہنے کی ہی منتظر تھی۔

"کتابیں کھولو..." بالآخر ایک گہری طویل سانس لے کر وہ گویا ہوئے۔ وشہ تو یوں نظریں چرائے بیٹھی تھی جیسے اچانک چوری کرتے پکڑی گئی ہو۔ وشہ نے حیرت سے طلال کو دیکھا تھا۔ ان کا لہجہ عام دنوں سے ہٹ کر بے حد دھیما تھا۔ اس کے لیے جو مخصوص لہجہ تھا ان کا اور مخصوص جملہ "دکھاؤ ذرا آج کیا کیا معرکے سر کیے ہیں۔" بھی نہیں کہا تھا۔ وہ ذرا سا کھسک کر آگے کو ہوئی اپنے اور ان کے بیچ کتابیں رکھ کر اضطراب سے پلکیں جھپکاتے ہوئے بولی۔

"طلال بھائی میں آپ کا ہی انتظار کر رہی تھی۔" اس کے انداز میں اک بے چینی سی تھی کہ کسی طرح طلال کی غلط فہمی دور کر دے۔

"پھر بے مقصد ہی چینل تبدیل کرتے ہوئے کسی سوچ کے دھیان میں... مجھے آپ کے آنے کا پتا ہی نہ چلا..." طلال نے دیکھا کہ ۔ پشیمانی اس کے چہرے سے ظاہر ہو رہی تھی۔

"تو گویا یہ ارادی حرکت نہ تھی..." وشہ کے جھجک آمیز سچ نے جانے کیوں یک دم ہی ان کی تناؤ اور برہمی کی کیفیت ختم کر دی تھی۔ ریلیکس ہو کر صوفے کی بیک سے پشت ٹکاتے ہوئے انہوں نے بغور اسے دیکھا تھا۔

"سنو وشہ...! نفس کے بے لگام بھڑکتے ہوئے شعلوں کو کنٹرول میں رکھنے کے لیے ہم پر کچھ اخلاقی حدود و قیود عائد ہوتی ہیں۔ بہترین اعمال ہمارے اچھے نفس اور کردار کی پہچان بنتے ہیں..." وہ کہنے سے پھر بھی خود کو باز نہ رکھ سکے تھے ان کا نرم لہجہ سن کر وشہ کا اعتماد متوازن ہونے لگا۔ حوصلے کو کمک پہنچی سو کچھ لاپرواہی سے بولی۔

"یہ ایک فضول سا اتفاق تھا سر...! اور پھر سنگر بھی میرے جیسی لڑکی ہی تھی... میں اگر تنہا..."

"شٹ اپ وشہ...!" اس کی بے تکی بات پر ایک بار پھر ان کے چہرے پر برہمی کے آثار نمودار ہوئے تھے۔ سو پوری بات سے پہلے ہی اسے ٹوک دیا تھا۔

"شرم تو نہیں آتی تمہیں ان لڑکیوں سے خود کو کمپیئر کرتے ہوئے... چوری چوری ہوتی ہے۔ تنہائی میں کی جائے یا افراد کی موجودگی میں... انسان وہ کام ہی کیوں کرے جس کے کرنے پر اس کا ضمیر اسے شرمندہ کرے..." وشہ نے لب دانتوں تلے دبا لیے۔ فوراً ہی اسے اپنی بے تکی توجیہ کا احساس ہو چلا تھا۔ ساتھ ہی کوفت بھی ہونے لگی کہ کیسے ٹھنڈے ٹھنڈے لہجے میں لفظوں کی مار مار رہے ہیں۔ مجال ہے جو اپنے فرض کی ادائیگی میں چوک جائیں۔ میری بھی شامت ہی آئی ہے آج۔

"اس قسم کے بے ہودہ پروگرامز لوگوں کو ذہنی، جسمانی و اعصابی نقصان پہنچا کر جس قدر تیزی سے اخلاقی تنزلی کا شکار کر رہے ہیں تو اس کے بعد..." وہ کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گئے یاد آگیا کہ ان کے سامنے اس وقت کون ہے... پھر قدرے جھنجھلا کر گویا ہوئے۔

"تمہاری جو عمر ہے۔ عقل نام کی کوئی چیز نہیں ہے تم میں... اب تمہیں کیا سمجھاؤں..."

"بچی نہیں ہوں میں..." وہ خود پر ان کے بے لاگ تبصرے سے بلبلا اٹھی تھی۔

"ہوں... دیکھ رہا ہوں... بچی نہیں رہی ہو اب لیکن..." وہ اچانک ہی اٹھ کھڑے ہوئے... "ڈیئی وے آج کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ جو کچھ سیکھ چکی ہو اسے ہی ریپیٹ کر لو۔" کلائی پر بندھی گھڑی پر نظر ڈال کر سنجیدگی سے کہہ کر وہ تو چلے گئے اور وشہ بیٹھی ان کے جملوں پر غور ہی کرتی رہی یہاں تک کہ صحن میں شام کی ہلچل محسوس ہونے لگی۔ امی نے چائے کے لیے اسے آواز دی تو وہ کتابیں یونہی چھوڑ کر باہر نکلی۔ پہلی نظر صحن کے وسط میں کرسی پر بیٹھے طلال پر ہی گئی۔ ان کے ساتھ ہی امی اور نوید بھی کرسیاں ڈالے بیٹھے تھے۔ بیچ میں تپائی پر چائے کے برتن دھرے تھے۔ شام کے وقت سب آم کے گھنے پیڑ کے نیچے بیٹھنے سے احتراز ہی کرتے تھے۔ اس وقت پیڑ پر پرندوں کی اجارہ داری ہوتی تھی۔ بغیر لحاظ کے ان کے فضلات چھپا چھپ نیچے گرتے تھے۔

اس نے حمرا کے بے پناہ تعریفی جملوں کے تناظر میں اس وقت طلال کو دیکھا تھا۔ چھ فٹ سے بھی نکلتا ہوا قد مضبوط ڈیل ڈول اور چہرے کے ہر تاثر میں سنجیدگی کا عکس اور ان کی شخصیت کو نمایاں اور شاندار بنانے میں اہم عنصر ان کی خمار آلود گلابی ڈوروں والی ذہین آنکھیں ہی تھیں۔ ایسی آنکھیں اکثر اس نے فوج کے جوانوں کی دیکھی تھیں۔ جذبہ وطنیت سے بھرپور پاکیزہ سی سوئی جاگی آنکھیں... وہ خود بھی تو کسی ڈسپلینڈ فوجی سے کم تو نہیں ہیں... وشہ نے سوچا تھا۔ گزشتہ ساعتوں کے برعکس اس وقت ان کی گندمی رنگت والے چہرے پر بڑا دلنشیں اور نرم سا تاثر تھا۔ وشہ یک ٹک انہیں دیکھے گئی۔ دل ہی دل میں ان کی اسمارٹنس کو سراہا تھا۔

امی نے اسے دیکھتے ہی مزید چائے لانے کو کہا۔ وہ خالی برتن وہاں سے اٹھائے کچن میں آ گئی۔ کیتلی میں چائے دم دے کر ٹرے میں کپ ترتیب دیے۔ وہ اس وقت دل کے چور کے سبب طلال کے سامنے آنا نہیں چاہ رہی تھی مگر اماں نے اسے چائے بنانے کا حکم دے دیا۔

وہ مجبوراً تپائی کے قریب گھٹنوں کے بل بیٹھ کر کپ میں چائے انڈیلنے لگی۔ پہلے ہی کپ میں چائے ڈالنے پر کیتلی کا ڈھکن جو اٹکا ہوا تھا گر گیا... چائے اوپر سے بھی چھلک کر ٹرے اور دیگر کپ کو گندا کر گئی تھی۔

"اوہ... یہ کیا ہو گیا؟" اس نے کیتلی سیدھی کی کچھ گرم چھینٹے ہاتھ پر بھی محسوس ہوئے تھے۔

"یہ وہی ہوا ہے جو بدسلیقہ اور پھوہڑ لڑکیوں کے ساتھ ہوتا ہے..." ان کی دھیمی سی بڑبڑاہٹ پر وہ فوراً ہی سر تا پیر سلگ گئی تھی۔ اپنی سالقہ پسندیدگی پر دس بار لعنت بھیجی۔ اب کیتلی کا ڈھکن صحیح سے نہ اٹکا تھا تو اس میں اس کا کیا قصور۔ انہیں شرمندہ کرنا ضروری تھا۔ ستم یہ کہ امی بھی آج ان کی ہاں میں ہاں ملا رہی تھیں۔ وہ فوراً ہی واک آؤٹ کرنے لگی تھی کہ نوید بھائی نے ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے پاس ہی بٹھالیا۔ امی دوبارہ چائے لانے کے لیے کپ وغیرہ اٹھا کر خود ہی کچن میں چلی گئیں۔

"کیا ارادہ ہے وشہ جانو...! سسرال میں ایسے ہی کارنامے انجام دینے ہیں۔ یار اب تو تم بھی سگھڑ بن جاؤ۔ بی اے کے بعد تمہارا بیاہ ہونا ہے۔" وہ اس کی قاتل ادا گھوریوں کے باوجود ہنوز شرارت سے اسے چھیڑتے رہے۔

"تم ہماری بہنا ہو چندا...! ہم تو تمہاری آرام طلبی سر آنکھوں پر برداشت کر رہے ہیں مگر شاید... اگلا بندہ... کیوں طلال..." طلال سے تائید لینے پر وہ جھنجلا کر کھڑی ہو گئی۔ طلال کی دبی دبی مسکراہٹ بھی اس سے پوشیدہ نہ رہی تھی۔

"اوہ گاڈ...! میں یہاں اپنے مستقبل کے کچھ اور پلان بنائے بیٹھی ہوں آپ لوگوں کو سسرال میں جھونکنے کی پڑی ہے۔ جسے لے جانا ہے مجھے وہ ایسے ہی بدسلیقہ اور پھوہڑ لے کر جائے۔ نہیں تو نہ سہی..." اس کے تن فن کر کے واک آؤٹ کرنے پر نوید بھائی طلال کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر مسکرا دیے۔

☼ ☼ ☼

اس روز نوید بھائی نے وشہ کی پڑھائی کے متعلق طلال سے پوچھا تھا۔

"اس کا سر تو خالی ڈرم کی مثال ہے۔ جس میں میری محنت سمائی نظر نہیں آ رہی..."

"تو نہ کرے کوئی محنت میں تو جیسے مری جا رہی ہوں ان سے پڑھنے کے لیے" گو کہ وہ کمرے میں بیٹھی تھی مگر دھیان لاشعوری طور پر اس آواز کی سمت تھا۔ مزید آگاہی دی جا رہی تھی۔

"محترمہ کی ساری توجہ تو فیشن، فرینڈز اور کیبل نیٹ ورک کی طرف رہتی ہے۔ تعلیم ان کے لیے گویا بہت ہی مافوق الفطرت کام ہے..."

"نہیں اور کوئی کام نہیں ہے جو میرا دل جلانے کو یہیں جم کر بیٹھ گئے ہیں۔"

دوستوں کے مشورے پر عمل کرنا اب تقریباً اسے ناممکن ہی نظر آ رہا تھا۔ ایسے دبنگ، بدمزاج، اور دو ٹوک بات کہنے والے بندے کو دام رسائی میں لینا بہت مشکل تھا جسے اس کی پوری شخصیت ہی قابل اعتراض لگتی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی... اور اپنی سوچ کو کئی دنوں تک عملی جامہ نہ پہنا سکی تھی۔ طلال کے سامنے آتے ہی وہ اپنی پلاننگ پر سو بار لعنت بھیج کر سنجیدگی سے پڑھتی رہتی تھی۔ بارہا وہ سوال کو سمجھتے ہوئے طلال کی قربت پر اس کے گمبھیر و دلکش لب و لہجے اور سانسوں کی گرمی کو محسوس کر کے کانپتی تھی۔

حمرا کی بے انتہا کھلی ڈلی گفتگو کے تناظر میں اچانک ہی طلال سے اسے بہت جھجک سی محسوس ہونے لگی تھی۔ سائنس رو کے سوال حل کرتے یا لیکچر نوٹ کرتے اس کے ہاتھوں میں لرزش اتر آتی۔ طلال اس کی کیفیات کو طبیعت خرابی پر محمول کر کے اسے چند ایک مشوروں سے ضرور نوازتے تھے۔

اتنے دنوں کی نرمی کے بعد اس روز تو حد ہی ہو گئی تھی۔ فرحین، حمرا وغیرہ کے ہمت دلانے پر بالآخر اس کے اندر جرات پیدا ہو ہی گئی۔ ملی بھگت سے بڑے رومینٹک اشعار اس کی نوٹ بک کے کورے کاغذ پر لکھوائے گئے تھے۔ طلال کے مانگنے پر بڑی پھرتی سے اس نے کھلی نوٹ بک ان کے ہاتھ میں تھمادی اور خود معصومیت سے سر جھکا کر گوشوارے ترتیب دینے میں مصروف ہو گئی تھی۔

تیری صدا میں سمٹ جاؤں زیر و بم بن کر
تو مجھ سے بات کرے اور سنوں خود کو!
تو جس کو سن کے بڑی دلکشی سے حیراں ہو
اس ان کہی سی کہانی میں ڈھال لوں خود کو

اور یہ شعر میری طرف سے خاص طور پر سر طلال کے لیے۔

ہمیں نہ دیکھ زمانے کی گرد آنکھوں سے
تجھے خبر نہیں ہم تجھ کو کتنا چاہتے ہیں

دوسرا شعر حمرا نے طلال کے لیے لکھا تھا۔ وشہ کی بدبختی کہ وہ حمرا کا نام لکھنا بھول گئی۔ طلال کے لیے یہ سمجھنا دشوار نہ رہا کہ وشہ کی ہینڈ رائٹنگ ہے تو اسی نے انہیں مخاطب کیا ہے... وشہ کی طرف سے ایسا اظہار ان کے لیے یہ ایک حیرت کا لمحہ ہی تھا۔ غصے کی ایک تیز لہر ان کے پورے جسم میں سرائیت کر کے چہرے پر آ کر ٹھہر گئی تھی۔ کنپٹی کی رگیں سلگنے لگیں...

"یہ کیا ہے...؟" سرد مگر دھیمی آواز میں طلال نے اس سے پوچھا تھا۔ وشہ تو دوستوں کی شہہ پر کسی خوب صورت سے رد عمل کی منتظر تھی۔ (خوش فہمی کی بھی حد تھی) آہستہ آہستہ پلکیں اٹھا کر اس نے بڑی ادا سے طلال کی طرف دیکھا تھا۔ مگر... یہ کیا؟

مقابل ان اشعار سے متاثر ہو کر پیار بھری نظروں سے دیکھنے کے بجائے سرخ سرخ غصہ بھری نگاہوں سے گھور رہا تھا۔ وشہ کا اعتماد لمحہ بھر میں ڈانواڈول ہو گیا۔ دل خوف کے سبب دوگنی رفتار سے دھڑکنے لگا تھا۔ خود ستائشی اور خود پسندی نے یہ بڑی بری عادت اس کے اندر پختہ کر دی تھی کہ وہ سراہنے والوں کی دل و جان سے بات مانتے ہوئے خود اس بات کے اچھے برے پہلو پر ذرا کم کم ہی سوچنے یا غور کرنے کی زحمت کرتی تھی۔ اور یہی عادت اب اسے طلال کے زیر عتاب لا رہی تھی۔ وہ کف افسوس ملتے ہوئے سر جھکا کر بیٹھی اپنی خیر کی دعا کرتی رہی تھی۔

"یہ کیا حرکت ہے وشہ...!" طلال نے بمشکل اپنے غصے کو ضبط کرتے ہوئے غرا کر سوال دہرایا تھا۔ ورنہ جی تو چاہ رہا تھا ایک زوردار تھپڑ رسید کر دیں اسے... کس قدر چیپ طریقہ اپنایا تھا اس نے، ایک مہجبور بندے کے لیے یہ قصہ ہضم کرنا اس وقت مشکل ہو رہا تھا۔ کم از کم وشہ کی طرف سے وہ یہ توقع ہرگز نہ رکھتے تھے۔

"مجھے یہ تمہاری محدود ذہن کی اختراع تو نہیں لگتی..." وہ وشہ کے جھکے ہوئے چہرے کو جانچنے کے بعد اس کے سر میں اپنے ہاتھ کی انگلیاں دھنسا کر سر اونچا کرتے ہوئے درشتگی سے بولے۔

"سچ سچ بتاؤ... کس کے کہنے پر تم نے ایسی سستی

جذباتیت کا مظاہرہ کیا ہے... شرم تو ذرا نہ آئی ہو گی تمہیں... بولو...!" انہوں نے سختی سے اس کا سر ہلایا تو وشہ کی آنکھوں سے ٹپ ٹپاٹپ آنسو گرنے لگے۔ ان "تلوں میں تیل نہیں" کے مصداق سچ سچ بتا دینے میں ہی اسے عافیت نظر آئی۔

"وہ... حمرا اور اقراء وغیرہ کا خیال تھا کہ میں آپ سے..." کہتے ہوئے رک کر وہ اپنا لب کچلنے لگی۔ آگے کچھ بتانا دشوار لگا تھا۔ لفظ شرما کر ادھر ادھر ہو گئے تھے۔ "میں آپ سے آپ مجھ سے تو... تو پھر آپ ایسے ہی میرے پیپرز کلیر کروا دیں گے..." بدقت وہ بولی مگر طلال سے نظریں ملانے کی ہمت نہ کر سکی تھی۔

اور طلال کے ذہن میں ایک بھونچال سا آ گیا تھا۔ کیا یہ لڑکی اتنی ہی معصوم ہے کہ کلاس فیلوز جس ٹریک پر چلا دیں یہ آنکھیں بند کر کے چل دے۔ بلا سوچے سمجھے...؟ اپنی عزت و وقار کا بھی دھیان نہ کرے۔

"مجھے اندازہ نہ تھا۔ تم اس حد تک بے وقوف ہو..." انہوں نے بے بسی اور افسوس سے دائیں بائیں سر ہلایا۔ "اگر میری جگہ کوئی اور شخص یہاں تمہیں پڑھانے آتا۔ تو تم اپنے پیپرز کلیر کروانے کے لیے اس کے ساتھ انوالو ہو کر اپنا آپ استعمال کرتیں۔" ان کا صدمے سے برا حال تھا۔

"نہیں، نہیں... یہ تو حمرا کا..."

"شٹ اپ... جسٹ شٹ اپ..." طلال کی دھاڑ نے اسے ادھورے جملے پر ہی خاموش کروا دیا تھا۔ اس نے سہم کر انہیں دیکھا۔ جلال کے سبب ناک کے نتھنے پھول رہے تھے۔ وہ سر جھکا کر پھر سے آنسو بہانے لگی... بیک وقت اسے اپنی حالت پر رحم، حمرا سے ناراضگی اور طلال پر غصہ آنے لگا۔

"ایک ذرا رومینٹک سا شعر کیا لکھ دیا یہ تو جلتے توے پر جا بیٹھے... مزاج بھی دو آتشہ ہو گیا ہے۔" اسے اپنے فعل پر کوئی ندامت نہ محسوس ہو رہی تھی۔ کیونکہ گہرائی میں جا کر سوچا ہی نہ تھا۔ اس نے...

"کیا بات ہے طلال بیٹا... بہت غصے میں ہو... یقیناً" وشہ اپنی کند ذہنی کا اعلیٰ ثبوت دے رہی ہو گی۔"

امی نے ان کی بلند آواز پر کمرے میں جھانکا تو شگفتگی سے بول پڑیں۔ وشہ کی ان کی طرف پشت تھی وہ تیزی سے اپنے دوپٹے سے آنسو خشک کرنے لگی۔ طلال نے گہری گہری سانسیں بھر کر چہرے کا تناؤ دور کرتے ہوئے انہیں مسکرا کر دیکھا۔ وہ اس کے لیے شربت بنا کرلانے کا کہہ کر چلی گئیں تو طلال نے نوٹ بک سے شعر والا صفحہ پھاڑ کر مٹھی میں بھینچتے ہوئے ملامتی نظریں اس پر ڈالی تھیں۔ اگر میری جگہ کوئی دوسرا شخص یہاں بیٹھا ہوتا تو یہ لڑکی کتنی آسانی سے اپنا نسوانی وقار مٹی میں ملا چکی ہوتی... انہوں نے سوچا تھا۔

"شاید میں پہلے بھی بتا چکا ہوں تمہیں۔ انسان کی صحبت اور اس کے کردار میں گہرا تعلق ہوتا ہے۔ اسی لیے میں نے تمہیں تمہاری فضول دوستوں سے دور رہنے کا کہا تھا۔ اگر تم اپنے ذہن کو استعمال میں لا کر کوئی کارنامہ انجام دو تو مجھے تمہارے ساتھ اس طرح لی ہیو نہ کرنا پڑے۔" وہ نوٹ بک ٹیبل پر پٹخ کر اک ملول سی سانس خارج کرتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"ہماری ریلیشن شپ سے ہٹ کر تم نے یہ ہی سوچا ہوتا، استاد اور شاگرد کا رشتہ کتنا احترام کا ہوتا ہے..." وہ تو کہہ کر چلے گئے اور وشہ کو یہ جملے کسی چابک کی طرح لگے... سوچنے بیٹھی تو احساس ہوا جو وہ کر چکی ہے وہ کسی طرح بھی قابل عزت نہیں ہے۔

"ہمارا کوئی عمل، کوئی حرکت جب غلط نتیجہ سامنے لائے تبھی ہمیں غلطی کا احساس ہوتا ہے۔ کوشش کرنی چاہیے کہ غلطیوں کو درست کر لیں۔ ورنہ یہ ہمیشہ کے پچھتاوے کا سبب بن جاتی ہیں۔"

وشہ شدت سے اپنی غلطی پر نادم طلال کی نظروں سے گرنے کا سوچ کر اپنی ذلت پر کڑھتی رہی۔ وہ تو طلال سے رشتہ داری کی بنیاد پر ہی مطمئن تھی جو ایسی حرکت کر بیٹھی ورنہ کسی اجنبی کے لیے وہ ایسی جرات ہرگز نہ کر سکتی تھی اور طلال کتنی جلدی بدگمان ہو گئے تھے۔

تقریباً" ہفتہ بھر سے وہ طبیعت کا بہانہ کر کے اپنے کمرے میں بند رہی۔ طلال روز ہی آتے مگر وہ کمرے سے باہر نہ آتی۔ اب ان کا سامنا کرنے کی خود میں ہمت ہی نہ پاتی تھی۔ حالات انسان میں شعور پیدا کرنے اور اس میں اضافے کا سبب بنتے ہیں۔ وشہ پر بھی یہ وقت اچانک ہی وارد ہوا تھا۔ کہ وہ کتنی غلط حرکت کا ارتکاب کر چکی ہے۔

طلال اسے لوز کریکٹر سمجھ رہے ہوں گے۔ یہ سوچ ہی اس کے حوصلے کو پست کر کے وجود میں وحشت بھر دیتی تھی۔ اسے یقین تھا طلال امی یا گھر کے کسی فرد سے اس بات کا ذکر ہرگز نہ کریں گے۔ پھر بھی ان سب کے اعتماد کو مجروح کرنے کا سوچ کر وہ بے آرامی محسوس کرتی تھی۔ کاش حمرا اسے اتنا پریشرائز کر کے ترغیب نہ دلاتی۔ یا وہ خود اپنی عقل کا استعمال کر لیتی۔

☼ ☼ ☼

کالج میں کلاسز آف ہو چکی تھیں۔ اس کی بیماری میں ہی چند روز کلاسز ہوئی تھیں۔ جو وہ اٹینڈ نہ کر سکی... اسے علم تھا حمرا، نزہت فرحین اور اقرا کو اس سے صورت حال جاننے کی جلدی ہو گی اور اس نے اس واقعہ کے بعد ان لوگوں کے بار بار فون کرنے پر بھی بات کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

اور پھر ایک ہفتے بعد ہی زبردستی طلال نے اسے کمرے سے باہر نکلنے کا حکم دے دیا۔ وہ صحن میں رکھی کرسی پر ان کے برابر میں ہی سر جھکائے مضطرب سی ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں الجھائے خاموش بیٹھی تھی۔

ستمبر کی شام تھی۔ فضا میں گھلی نمی اور ٹھنڈک نے موسم کو بڑا خوشگوار بنا دیا تھا۔ گھر کے باہر لگے نیم کے طویل العمر درخت کی کئی گھنی شاخیں صحن میں جھانکتی تھیں۔ چڑیوں کا آم کے پیڑ سے ان شاخوں پر پھدک پھدک کر شور مچاتے ہوئے آنے جانے کا دلچسپ کھیل بھی آج اس کی یاسیت کو ختم نہ کر سکا تھا۔ وہ سابقہ پوزیشن میں سنجیدگی سے بڑی دیر تک بیٹھی رہی تھی۔

طلال بڑی آرام دہ حالت میں اپنے ہاتھوں کی انگلیاں جوڑ کر ان پر سر کی پشت ٹکائے۔ کافی دیر سے اس کی کیفیات نوٹ کر رہے تھے۔ جیسے وہ بحالت مجبوری اس کے سامنے ٹکی ہوئی ہو۔ بڑی امی کسی کام سے کچن میں گئیں تو وہ ذرا آگے کو جھکتے ہوئے سنجیدگی سے وشہ سے مخاطب ہوئے۔

"تمہارے ایگزامز کے دن قریب آ رہے ہیں۔ وشہ! نکل بھی آؤ اس بیماری کے بہانے سے... چیئر اپ کیوں تم فیل ہو کر بڑی امی کے سامنے میرا نام ڈبونے پر تلی ہو۔" ان کے خوشگوار لہجے پر وشہ نے پلکیں اٹھا کر کچھ حیرت سے انہیں دیکھا تھا اور اس بار طلال کو نظریں چرانی پڑیں کہ دل تو بڑی دیر سے ان ہی خم دار پلکوں میں الجھ رہا تھا۔ وشہ دوبارہ نظریں جھکا چکی تھی۔ ضبط کے باوجود اس کے ہاتھوں کی پشت پر آنسو کے چند قطرے گر پڑے۔ طلال اک گہری سانس کھینچتے ہوئے سیدھے ہو کر وشہ سے گویا ہوئے۔

"دیکھو وشہ... کسی غلطی کا احساس ہو جائے تو انسان اس غلطی کا اعادہ نہیں کرتا... نادانی کی پہلی غلطی معمولی ہو یا سنگین قابل معافی ہوتی ہے۔ تمہاری پشیمانی اک مثبت رویہ ہے۔" وشہ کے بے چینی سے پہلو بدلنے پر وہ چند ثانیے کو خاموش ہو گئے۔ انہیں علم تھا اسے فی الوقت یہ ذکر ناگوار گزر رہا تھا اور وہ آج اس کی جھجک دور کرنا چاہ رہے تھے۔

"میرا مقصد تمہیں شرمندہ کرنا ہرگز نہیں ہے..." وہ رسانیت سے بولے۔

"تمہارے نظریں چرانے سے میں خود گلٹی فیل کر رہا ہوں... کہتے ہیں نا کہ احساس شرمندگی بھول چوک کے گناہ کو دھو ڈالتا ہے۔ ذات کی اچھائی نکھر کر سامنے آتی ہے... جو کچھ گزر چکا ہے پلیز... اسے بھول جاؤ صرف یہ سوچ رکھو کہ آئندہ کے لیے ایسی غلطی کی گنجائش نہیں..." طلال کو پتا تھا وہ ان کے لیے شجر ممنوعہ ہے۔ ماں کی خواہش کو جانتے تھے لیکن اب انہیں لگتا وہ اپنی تمام خامیوں، لاپروائیوں اور دوشیزگی

کے بانکپن سمیت ان کے دل کی طلب بھی بنتی جا رہی ہے۔

یہ طلال کا دیا ہوا اعتماد ہی تھا کہ وہ سابقہ رویوں سے ہٹ کر اپنے اندر بڑی تبدیلی محسوس کر رہی تھی۔ البتہ وہ ازحد محتاط ہو چلی تھی۔ جس کے لیے طلال کی ناپسندیدگی محسوس کرتی وہ فعل ہی ترک کر دیتی تھی۔

اکثر رات کو سوتے وقت بلا ارادہ ہی وہ طلال کو سوچنے لگتی۔

"طلال بھائی کا کریکٹر ریکارڈ زبردست ہے ہنکچوئل، رسپانسبل اور کیئرنگ ہیں۔ ان کے ساتھ رہ کر پروٹیکشن کا احساس دوچند ہو جاتا ہے۔ اگر میں ہمیشہ کے لیے ان کے ساتھ ... نہیں" وہ خود ہی اپنی بے لگام سوچوں کو بریک لگا کر سرزنش کرتی۔ اگر ان کی جگہ کوئی اور مرد ہوتا تو کیا اس سے کسی بھلائی کی امید کی جا سکتی تھی۔

لڑکی خود مرد کو شہ دے تو وہ کبھی پیچھے ہٹنے کے جتن نہیں کرتا ... جس طرح مرد ایک مصفا کردار کی لڑکی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس طرح بے داغ اور مضبوط کردار کا مرد بھی لڑکی کا خواب ہوتا ہے۔ ایسا خواب جسے وہ سچ ہوتا دیکھنا چاہتی ہے۔ آج کل وشہ کو طلال کی کئی اچھی صفات کے سبب اس کی قدر ہو رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

گو وہ ہر مضمون کے پیپرز دینے کے بعد سوالنامے کے ہمراہ جا کر طلال کو تفصیلی رپورٹ دیتی تھی کیونکہ پوری ذمہ داری کے ساتھ طلال نے اس کے تمام پیپرز کی ہی تیاری کروائی تھی لیکن جب وہ اکنامکس کا پیپر دے کر آئی تو طلال ازخود لبوں میں مسکراہٹ دبائے اس سے پوچھنے چلے آئے۔ وہ اس کی سابقہ کارکردگی کی وجہ سے مطمئن نہ تھے۔

وشہ نے کالج سے آنے کے بعد تھوڑی دیر آرام کیا تھا۔ پھر وہ اپنے لیے گرم چائے سے بھرا مگ لے کر ٹھنڈی ہوا کا لطف لینے چھت پر چلی آئی تھی۔

رات کو پچھلے پہر تہجد کی نماز پڑھتے ہوئے اسے بے حد سکون ملا تھا۔ اس وقت عبد و معبود کے درمیان کوئی حجاب نہیں رہتا۔ اٹھنے والی ہتھیلیوں کی مراد پوری ہوتی ہے۔ اس گئی رات کی عبادت کا اپنا ہی ایک الگ مزہ ہوتا ہے۔ عبودیت کے اظہار میں غرق آپ، آپ نہیں رہتے اللہ کے اس قدر قریب ہو جاتے ہیں کہ اللہ خود آپ کے اندر پکارتا ہے۔

"مجھ سے مانگو ... میں ہی دینے والا ہوں ..." کوئی دنیا مانگتا ہے تو کوئی آخرت ... اور ان دنوں وشہ اللہ سے قریب ہوئی تو بے شمار دعاؤں پر صرف ایک شخص کا خیال حاوی ہوتا چلا گیا تھا۔ دل سے ہوک اٹھی تھی اس شخص کو اللہ عزوجل سے مانگ لے لیکن لب سلے رہے۔ تھک کر اس نے دعا کے لیے اٹھے ہاتھ گرا دیے تھے۔

اس وقت ہولے ہولے چائے کے سپ لیتے ہوئے وہ ماحول کی تراوٹ اپنے اندر اتار رہی تھی۔ دسمبر میں ہی اس کا لاسٹ پیپر ہو جانا تھا۔ اس کے بعد طویل آرام اور دیگر چھوڑے ہوئے مشاغل کا سوچ کر ہی اسے خوشی محسوس ہو رہی تھی۔ امی نے اسے طلال کی آمد کی اطلاع کے ہمراہ ہی نیچے آنے کے لیے کہا تو مغرب کی اذانیں ہو رہی تھیں۔ اتنے میں طلال سیڑھیاں چڑھتے اوپر ہی آ گئے تھے۔ وہ ان دنوں پابندی سے نماز پڑھ رہی تھی۔ لیکن طلال کو اس وقت دھیان نہیں رہا ہو گا۔ اس لیے جب اس نے فولڈنگ چیئر کھول کر رکھی تو وہ آرام سے پیر پھیلائے بیٹھ گئے تھے۔

ملگجے اندھیروں کا سایہ بنتی شام میں وہ اسے خاصے پژمردہ اور تھکے ہوئے سے محسوس ہوئے تھے۔ وہ یہی اندازہ لگا سکی کہ ایگزامز ہو رہے ہیں تو امتحانی سینٹر کی چیکنگ پوسٹ کی سخت ڈیوٹی بھگتا کر تھک جاتے ہوں گے۔ انہوں نے اپنی آنکھوں کو انگلیوں سے دبا کر تھکن زائل کرتے ہوئے اس سے اپنے مخصوص انداز میں پوچھا تھا۔

"آج کا کارنامہ انجام دینے میں پرابلم تو نہیں ہوئی ... کیسا ہوا پیپر ...؟"

"اوں ... سو سو۔" اس نے گول مول سا جواب دیا۔

"کیا مطلب ...؟"

انہوں نے آنکھوں کو کھول کر تشویش سے پوچھا تو وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ "مطلب یہ جناب کہ لکھتے لکھتے اس کے کچھ اہم نکات ذہن سے فراموش ہو گئے تھے۔ لیکن سر ...! آپ نے میرے مائنڈ میں جنرلی اس سبجیکٹ کے متعلق اتنا کچھ فیڈ کر دیا تھا کہ لفظوں کے داؤ پیچ لڑانا مشکل نہ لگا۔" اس کے انداز پر طلال کے لب بے ساختہ مسکرائے تھے۔

"پیپر تو ہو گیا ... اب کیا کہتی ہو ...؟ اپنی سورس استعمال کروں ...؟" انہوں نے گویا اسے چھیڑا تھا۔

"طلال بھائی ...!" وہ احتجاجاً چیخی۔ پھر ان کے دبے دبے شرارت آمیز تبسم کو دیکھ سر کو ذرا سا جھٹکا اور رخ موڑ کر کھڑی ہو گئی۔ "یقیناً" وہ اس کی سابقہ حرکت کے حوالے سے ایک لطیف سا مذاق کر رہے تھے۔

"چائے ملے گی ..." ان کی فرمائش پر وہ تیزی سے سیڑھیاں اتر گئی تھی۔ امی نماز پڑھ رہی تھیں ... اسے اپنی نماز کے قضا ہونے کا افسوس بھی ہوا۔

پانچ منٹ بعد وہ چائے لے کر گئی تو وہ مکمل طور پر پیر پسارے، آنکھیں موندے بے خبر سے تھے۔ اتنی تھکن کے باوجود ان کے ریلیکس موڈ پر اسے آج حیرت ہو رہی تھی۔ بہت تبدیل ہو گئے ہیں طلال بھائی۔ دل نے فوراً سراہا تھا۔ لیکن اسی دل کے چور نے اسے دلکش نقوش اور بڑھی ہوئی شیو والا تھکا ہوا چہرہ نظر بھر کر دیکھنے کی اجازت نہ دی۔ اس نے ہولے سے انہیں پکارا تو وہ چونکے۔ فوراً پاؤں سمیٹ کر کپ تھاما تھا۔

"چائے تم نے بنائی ہے ...؟" پہلا ہی گھونٹ بھر کر سنجیدگی سے پوچھا تھا۔

"جی ... امی نماز پڑھ رہی تھیں تو میں نے ہی ..."

"چائے تم کس طرح بناتی ہو ...؟" وہ ان کے سوال پر حیران تو ہوئی تاہم بولی۔

"سب کے لیے تو امی ہی چائے بناتی ہیں۔ میں کبھی خود اپنے لیے بناؤں تو آدھ مگ دودھ میں آدھ مگ پانی اور ایک چمچہ پتی ڈال دیتی ہوں یہ اور بات کہ پکنے کے بعد بمشکل آدھ کپ ہی چائے نکل پاتی ہے ... لیکن آج تو میں نے سب چیزیں زیادہ ڈالی ہیں تاکہ فل کپ چائے بنے۔"

"بالکل ٹھیک ... یعنی اپنی بنائی ہوئی چائے تم خود ہی پیتی ہو ... ظاہر ہے یہ کڑوا کسیلا پانی کسی اور کے حلق سے تو اترنے سے رہا ..."

آخری جملہ وہ اپنی ٹھوڑی اور رخسار کو ہتھیلی سے رگڑتے ہوئے بڑبڑائے۔ پھر براہ راست اسے دیکھتے ہوئے شگفتگی سے بولے۔

"تم نہیں سدھر سکتیں لڑکی ... سسرال جا کر تو تم وہاں کی اکانومی ڈانواڈول کر دو گی ... ایک کپ چائے میں ایک چمچہ پتی ...؟ اوہ گاڈ! تمہارا بیٹر ہاف تو دودھ پتی لا لا کر ہی کنگال ہو جائے گا ..." طلال کے افسوس بھرے لہجے میں بھرپور شرارت تھی۔ ان کی حس مزاح پر وشہ کی حیرت اپنی جگہ مگر اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"آپ نے معاشیات میں ایم اے کیا ہے یا ... سسرالیات میں پی ایچ ڈی کر رکھی ہے؟" بڑے دنوں بعد وہ بری طرح چڑ کر بول رہی تھی۔ اس کے سوال پر طلال کا بلند قہقہہ بڑا بے ساختہ سا تھا۔

☼ ☼ ☼

امتحانات کی بلا سر سے ٹلتے ہی اسے لگا سارے کام ہی ختم ہو گئے ہوں کرنے کو کچھ بھی نہ رہا۔ حالانکہ اسٹڈی کے دوران اس نے کرنے والے کتنے ہی کام سوچ رکھے تھے اور اب سب کچھ ذہن سے محو ہو گیا۔ یاد رہا تو بس اتنا کہ آج آٹھواں دن ہے طلال بھائی نہیں آئے ... آج انہیں دیکھے ہوئے گیارہ دن ہو گئے ہیں۔ جب روز دیکھتی تھی تو محسوس نہیں ہوتا تھا۔ اب وہ دن گن گن کر ان کے آنے کا انتظار کر رہی تھی اور وہ تھے کہ آخری پیپر والے دن یہاں آ کر ایسے گئے کہ چند منٹ کو بھی دوبارہ نہ آئے تھے۔

اک عجیب سی وحشت اور بے چینی جسم وجاں پر قابض تھی۔ وشہ کو خود ہی اپنی طبیعت کی بے زاری کھٹک رہی تھی۔ بہت زیادہ وہ جھنجلائی تو خود کو طلال کے گھر کے سامنے پایا تھا۔ بیل دینے پر طلال نے ہی گیٹ کھولا تھا۔

"خیریت.....؟" نگاہیں ملتے ہی جہاں وشہ کو یک گونہ سکون کا احساس ہوا تھا وہیں اس کی نظریں جھک گئی تھیں۔ طلال کی حیرت بے جا نہیں تھی۔ امی کبھی بھی اسے چچی کے گھر تنہا نہیں آنے دیتی تھیں۔ بظاہر ان کے اور چچی کے درمیان کوئی رنجش محسوس نہیں ہوتی تھی بارہا اس نے وجہ پوچھی تھی لیکن وہ ڈانٹ کر اسے خاموش کرا دیتیں۔

"تیرے سننے سمجھنے کا کام نہیں ہے... بس جو میں کہتی ہوں وہ مانو....." اب اسے ان کی بے جا پابندی زیادہ کھل رہی تھی اور آج تو وہ انہیں بتائے بغیر ہی آ گئی تھی۔ نمرہ سے باتیں کرتے ہوئے وہ خود اپنی بے قراری کے خاتمے پر حیران ہو رہی تھی۔ طلال سامنے ہی بیٹھے کمپیوٹر پر مصروف نظر آ رہے تھے۔ وہ نمرہ سے اور چچی سے باتیں کرتے ہوئے گاہے بگاہے ان پر نظر ڈالتی پھر امی کی ناراضگی کا سوچ کر جلد ہی واپسی کا قصد کر لیا..... اس رات طلال سے مل کر حاصل ہونے والے سکون نے اس کے ذہن و دل کو کشمکش میں مبتلا کر دیا تھا۔ دل کے برملا اعتراف پر کہ طلال اس کی زندگی کے لیے بے حد اہم اور اس کی ذات کی طمانیت بن چکے ہیں۔ وہ سن ہو گئی تھی۔ طلال نے کہا تھا۔

"دوسری غلطی کی گنجائش نہیں....." یہ بات یاد آتے ہی لمحوں میں اس نے فیصلہ کر لیا تھا۔

"نہیں.... اس یکطرفہ راہ محبت میں میرے لیے تو بس خار ہی خار ہیں..... مجھے دوبارہ طلال کی نظروں سے گرنا گوارہ نہیں۔ خواہ اس کے لیے مجھے خود پر جبراً" ضبط کے پہرے بٹھانے پڑیں۔ جبر کا اصول اس نے دلی رضا سے اپنے آپ پر لاگو کیا تھا اور اس پر سختی سے قائم رہی۔ طلال سے سامنا ہو جانے پر وہ خود پر بے نیازی کے پہرے بٹھا لیتی۔ نفس کی حد درجہ بے قراری کو روک روک کر خود کو نڈھال کر لیتی اور ان کے جانے کے بعد چھپ کر خوب روتی تھی۔ اب سے پہلے ایک شعوری حرکت کی تھی لیکن اب وہ بے اختیاری جذبے کی گرفت میں تھی۔ اگر اس جذبے میں خود داری کی خو شامل ہو جائے تو اس کی زیادہ حفاظت کی جاتی ہے۔ وشہ کو یقین تھا طلال کبھی یہ سوچ بھی نہ سکیں گے کہ وشہ جمال کو ان سے بڑی بے اختیاری سی محبت ہو گئی ہے۔ ایسی سچی محبت جس کے اظہار سے خود داری پر ضرب پڑتی ہے۔ ایسی محبت جسے لفظوں کا خوش آگیں پیراہن پہنا کر محبوب کے سامنے پیش کرنے سے لڑکی کی عزت نفس پر آنچ آتی ہے۔ جب محبت ان معنوں میں محسوس بھی نہ ہوئی تھی تو دھڑلے سے اس نے اظہار لکھ دیا تھا۔ اب اس اظہار کو سوچ کر ہی بدن جلنے لگتا تھا۔

ان دنوں میں اس پر عجیب سی کیفیت طاری رہی.... جب بھی ہاتھ اٹھاتی۔ ایک ہی دعا لب پر آتی' طلال کے سامنے اس کا بھرم قائم رہے۔ وہ کبھی طلال کی نظروں میں بے آبرو نہ ہو جس طرح طلال اس کی سوچوں پر قابض تھے۔ یہ سوچیں اس کے جذبوں کی دیوانگی میں اضافہ کر رہی تھیں وہ اپنے آپ سے ہی خائف رہنے لگی تھی۔

☼ ☼ ☼

امی اور چچی کے درمیان اسے کچھ کھنچاؤ سا محسوس ہوا تھا۔ لیکن نمرہ اور طلال ہمیشہ کی طرح تھے۔ وشہ کا دل چاہتا وہ چچی کے گھر بلا دھڑک آئے جائے۔ نمرہ اور چچی کتنا اصرار کرتی تھیں کہ وہ ایک ہی محلے میں رہ کر ان کے گھر بہت کم آتی ہے۔ مگر وہ کیا کرتی امی کی بے نام سی سرد مہری اس کی سمجھ میں نہ آتی۔ بھائیوں پر کوئی روک ٹوک نہ تھی اسے محسوس ہوتا۔ صرف وشہ کا ان لوگوں سے ملنا پسند نہ تھا اور وہ وہی وجہ جاننا چاہتی تھی۔

اس روز تو چچی اور نمرہ کے ہمراہ طاہرہ آپا کو دیکھ کر اس کی خوشی دوچند ہو گئی تھی۔ وہ اس شہر میں نہ رہتی

تھیں۔ سو جب بھی آتیں تو ان سے ملنے ضرور آتی تھیں۔ البتہ امی انہیں دیکھ کر ہمیشہ ٹھنڈی ملول سی آہیں بھرا کرتی تھیں۔ وہ ان کے بیٹے کے دل کی اور بیٹے کے حوالے سے ان کی پہلی پسند اور خوشی بنی تھیں.... بیٹے نے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر پردیس کی راہ لی اور اب تک بیوی بچوں سمیت وہیں بس رہا تھا۔ گو دونوں ہی اپنی زندگی میں اب خوش اور مطمئن تھے مگر امی کو وہ پرانی بات طاہرہ آپا کو دیکھ کر زیادہ کسک دیتی تھی۔ طاہرہ آپا اور چچی امی کے پاس بیٹھی تھیں۔ وہ نمرہ کو لیے اپنے کمرے میں آ گئی۔ نمرہ نے لگے ہاتھوں فوراً" شکوہ کر ڈالا۔

"کیا بات ہے وشہ....! تم نے تو ہمارے گھر آنا بالکل ہی چھوڑ دیا۔ بھائی تمہارے استاد رہ چکے ہیں۔ کم از کم انہیں سلام کرنے ہی کبھی آ جایا کرو....." نمرہ بھی جانتی تھی کہ بڑی امی وشہ کو ان سے کیوں نہیں ملنے دیتی ہیں۔ ان کے خیال میں وہ لوگ وشہ کو اپنی اور طلال کی طرف مائل کر سکتی ہیں۔ انہیں کیا علم کہ دلوں میں پلنے والے جذبے پہروں سے خائف نہیں ہوتے۔ آج بھی چچی اور طاہرہ آپا طلال کا رجحان وشہ کی طرف دیکھ کر اسے بڑی امی سے مانگنے آئی تھیں۔ اس سے پہلے بھی بڑی امی نے بارہا انہیں مایوس لوٹایا تھا۔ مگر اس بار وہ طلال کی خوشی و مرضی پر کوشش کرنا چاہتی تھیں۔ اس لیے دوبارہ امید کا دامن تھام کر چلی آئیں۔

"تم اپنے بھائی کی شادی وادی کا پروگرام رکھو..... پھر میں ضرور آؤں گی۔" نمرہ کی بات کا اس نے بڑی پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا تھا۔

"ابھی تو بھائی کے لیے لڑکی پسند کرنا ہی ایک گمبھیر معرکہ ہے۔ جانے کب یہ معرکہ سر ہو گا..... ہم تو اپنی سی پوری کوشش کر رہے ہیں۔"

"کوئی خاص پسند ہے ان کی..." وہ پوچھ بیٹھی۔

"کوئی خاص تو نہیں وشہ.....! اصل میں بھائی اس وقت گھر کے سربراہ بن چکے ہیں تو وہ خود کو خوامخواہ ہی اولڈسٹ گردانتے ہیں۔ اس لیے وہ چاہتے ہیں کہ ان کی شریک حیات ایسی ضرور ہو جو ان کی ذمہ داریوں کو شیئر کر سکے..." وشہ خاموش بیٹھی اپنے جذبوں کے زیاں پر کڑھتی رہی۔ کیا اس کی محبت طلال کے دل میں کوئی خوشگواری نہیں جگا سکتی۔ اس کے دل میں ڈھیر ساری حسرتیں جمع ہو گئی تھیں جس کے نکاس کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔

☼ ☼ ☼

شام میں وہ سو کر اٹھی تو بہت فریش سی تھی۔ سردیوں کی اس گہری سرمئی شاموں کی تو وہ یوں بھی دیوانی تھی کچھ یہ احساس غالب تھا کہ آج نوید بھائی کی منگیتر کی سالگرہ تھی۔

پچھلے چند دنوں سے اس کا موڈ بہت خراب تھا۔ اس روز وہ نمرہ کے ہمراہ صحن میں آئی تو امی کا جارحانہ موڈ اس کی سمجھ میں نہ آیا۔ چچی اور طاہرہ آپا بڑی ملول سی جانے کو تیار تھیں۔ امی نے انہیں ایک بار بھی رکنے کو نہ کہا۔ چچی نے اسے لپٹا کر اس کے ماتھے پر بوسہ دیا تھا۔

"ہمیشہ خوش رہو وشہ جانو.....! میری تو دلی خواہش تھی بھابھی کہ یہ چاند میرے آنگن میں اترتا مگر....." وشہ اس ادھوری سی آہ پر ہی تذلیل کے احساس سے سرخ ہو گئی تھی۔ اس کے خیال میں چچی کے رنج کی وجہ یہی تھی کہ طلال کو وشہ پسند نہ تھی اور امی نے یقیناً" کوئی ایسی ہی بات کی تھی جبھی تو وہ آدھ جملہ کہہ کر خاموش ہو گئی تھیں۔

منہ دھو کر وہ گملوں میں پانی ڈال رہی تھی۔ جب طلال کے وجود سے اٹھتی مخصوص کلون کی مہک نے اسے متوجہ کیا۔ طلال گھر میں موجود ہیں اور اسے خبر ہی نہ ہوئی۔ اس نے سر گھما کر انہیں ڈرائنگ روم سے نوید بھائی کے ہمراہ نکلتے دیکھا۔ مگر ان کے دونوں بھنوؤں کے بیچ چند بل نمودار کر کے رخ موڑنے پر وہ یک دم سٹ پٹا گئی تھی۔ سو کر اٹھی تو دوپٹہ کا ہوش نہیں کہ کس کونے میں پڑا ہے اور وہ ایسے ہی صحن میں پھر رہی تھی۔ پہلے ابا اور بھائیوں کی موجودگی میں بھی

بغیر دوپٹے رہنا اس کے معمول کی عادت تھی۔ اگر کسی نے ٹوکا بھی تو اس نے دھیان نہ دیا مگر اب طلال کی وجہ سے اس کی بہت سی عادتیں خود بخود تبدیل ہوتی جا رہی تھیں۔ وہ فوراً" کمرے میں جانا چاہ رہی تھی کہ نوید بھائی نے اسے مخاطب کر لیا تھا۔

"وشہ.....! میں اہم کام سے کہیں جا رہا ہوں۔" وشہ ان کی بات سنتے ہوئے غیر محسوس انداز میں بیسن کے قریب ہوئی۔ نل کھول کر چہرہ بھگوتے ہوئے تولیہ اٹھا کر شانوں پر ڈال لیا تھا۔ اور نوید کہہ رہے تھے۔

"تم تیار ہو جاؤ..... طلال تمہیں ماہین کے گھر ڈراپ کر دے گا۔" وشہ نے طلال کو دیکھا وہ اسے ہی دیکھ رہے تھے۔ ڈارک پرپل اور بلو پرنٹڈ سوٹ میں وہ کھلے بالوں اور چہرے پر بکھرے پانی کے ننھے ننھے قطروں سمیت بہت نروس سی کھڑی تھی۔ انہیں اس کی ایسی ہی چھوٹی چھوٹی لاپرواہیاں کھلتی تھیں۔ حالانکہ وہ دیکھ رہے تھے اب وشہ کافی تبدیل ہو چکی ہے۔

ان دونوں کے گھر سے نکلتے ہی وشہ نے تیاری شروع کر دی۔ پیروں میں گویا مست گھنگرو چھنک رہے تھے۔ دل نے ارمان سجایا کہ آج وہ خوب سجے سنورے۔ کم از کم طلال کی اک توصیفی نگاہ ہی خود پر لاگو جبر کی راہ میں روشن دیا بن جاتی۔ کتنا ارمان تھا اسے طلال کی ہمراہی کا۔

امی صحن میں بیٹھی سروتے سے چھالیہ کتر رہی تھیں۔ وہ خود تو پان نہ کھاتی تھیں مگر ابا کے لیے پاندان تیار کر کے رکھنا پڑتا تھا۔ وہ گھر میں ہوتے تو سادہ پان لگوا کر ضرور کھاتے تھے۔ طلال امی کے برابر میں کرسی پر بیٹھے، ان کے چھیڑے گئے قصے سنتے ہوئے وشہ کا انتظار کر رہے تھے امی کے بار بار آواز دینے پر وہ کمرے سے نکلی تو طلال کی نگاہیں بے اختیار ہو گئیں۔

ہاف سلیوز کی، سلور کڑھائی والے انک بلو کرنڈی نیٹ کے لباس میں اس کی سنہری رنگت خوب چمک رہی تھی۔ گورے گورے بازو ڈھیر ساری میچنگ چوڑیاں، میک اپ سے سنوارا گیا چہرہ.....وہ ایک مکمل حسن کے ساتھ شعلہ جوالہ بنی اپنی حشر سامانی سے بے خبر پھسلتے ہوئے دوپٹے کو پن اپ کر رہی تھی۔ ان لمحوں میں طلال کے دل پر بڑی لطیف سی قیامت گزر گئی۔ جی چاہا کہ قریب جا کر اس کے کانوں میں کوئی خوب صورت سی بات کہہ دیں کہ یہ دلربا چہرہ ان کی محبت و الفت کے رنگوں سے کچھ اور نکھر جائے مگر ..... ایسا کوئی اختیار سونپنے میں بڑی امی متامل تھیں اور یہیں اب وہ خود کو بے بس پاتے تھے۔

"تم ماہین کے پاس سرپرائزنگ گفٹ کے لیے جا رہی ہو یا کسی کا دعوت ولیمہ اٹینڈ کرنے....." وشہ طلال کی کیفیات سے بے خبر اس وقت ان کے پاس آ کھڑی ہوئی تو ان کی درشت آواز سن کر انہیں دیکھا تھا۔

"اوہ.....! ونڈر فل وشہ.....!" جنید بیٹ بغل میں دبائے باہر سے آیا تو وشہ کو دیکھتے ہی توصیفی انداز میں ہونٹ کو سکیڑ کر بولا۔

"یار.....! تم تو خود اپنے ولیمے کی دلہن لگ رہی ہو۔" وشہ نے بھنا کر اسے دیکھا۔ وہ ہنستے ہوئے واش بیسن پر جھک کر منہ دھونے لگا۔

"میں تمہیں اس حلیے میں اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتا۔ چینج کر کے، منہ دھو کر فوراً" باہر آؤ۔" وشہ نے بڑی آس سے طلال کو دیکھا مگر وہاں ہنوز سنجیدگی و ناپسندیدگی ثبت تھی۔ ان کے بے لچک انداز پر اس کی خوشیوں پر اوس پڑ گئی تھی۔ کتنے دل سے وہ صرف ان کے لیے تیار ہوئی تھی۔

امی نے بڑی طمانیت سے طلال کی ناگواری کو دیکھا تھا۔ وہ طلال کے اعلیٰ کردار اور اوصاف کی گرویدہ تھیں۔ دسیوں مرتبہ خود کو رد کروانے کے باوجود وہ ہمیشہ سابقہ عزت و احترام کے ساتھ ان سے ملتے تھے۔ اگر انہیں اپنی انا کا زعم نہ ہوتا تو یقیناً" ان کی پہلی ترجیح طلال ہی ہوتا۔ لب بھینچے وشہ ڈھیلے ڈھالے قدموں سے کمرے کی طرف مڑی۔ چوڑیاں دوپٹہ سینڈل کھینچ کر اتار پھینکیں۔ سمپل شیشوں والی کڑھائی کا لباس زیب تن کر کے وہ باتھ روم کے آئینے کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ حسرت ناتمام پر ڈھیروں آنسو بہا کر بالوں میں بینڈ ڈال کر طلال کے پاس آئی تھی وہ..... طلال نے

...بین ہو کر اسے دیکھا۔

امی کتھے چونے کی کلیاں صاف کرنے میں مصروف ...یں۔ بعض جگہ جہاں ماؤں کو ٹوکنا چاہیے ہوتا ہے ...بھی وہ اسے ٹوکنے سے اجتناب اس لیے کر جاتی ...یں کہ ایک ہی تو لاڈلی بیٹی ہے۔ ضد پر اتر آئے تو کسی ...ی طرح اپنی بات منوا ہی لیتی ہے۔ آج بھی وہ اس ...ج دیکھ کر اس کی خوشی خراب ہونے کے خیال ...ٹوک نہ سکیں کہ اس طرح طلال کے ہمراہ بائیک پر ...نا مناسب نہیں ہے۔ لیکن طلال کی بات اس نے ...خوشی سے مان لی۔

طلال کو گفٹ سینٹر چلنے کا کہہ کر وہ تمام راستے ...وشی سی رہی۔ یہ نہیں تھا کہ اسے طلال پر غصہ ...ا بلکہ وہ طلال کی بے توجہی دیکھ کر خاموش ہو گئی ...ی۔ ورنہ وہ تو ہر صورت ان کی پسند میں ڈھلنے کو تیار ...ی۔

ایک خوب صورت سا منقش فریم پسند کر کے ...س نے اپنے پرس سے پیمنٹ کرنی چاہی تو طلال نے ...نا والٹ کھولتے ہوئے اسے منع کر دیا تھا۔ وشہ خفگی ...سے انہیں پیمنٹ کرنے سے روکتے ہی رہ گئی۔ جب ...ضد کر کے انہیں زبردستی پیسے واپس کرنے چاہے تو ...طلال بالکل ہی چڑ گئے.....

"مجھے کیا کرنا ہے اس کا مجھے علم ہے۔ میرے ساتھ ...ہی رہی ہو تو خاموش رہو۔" وہ اسے ڈپٹتے ہوئے ...بائیک اسٹارٹ کرنے لگے۔ وشہ گفٹ پیک اور پرس ...سنبھالے ان کے پیچھے بیٹھی تو خفگی اس کے ہر انداز ...سے ظاہر تھی۔ طلال نے پروانہ کی قریبی بیکری سے بڑا ...کیک اس کے ہمراہ کر کے طلال اسے نوید کی سسرال ...ڈراپ کر کے پلٹے تو اس کا خفا خفا سا انداز سوچ کر مسکرا ...دیے۔ انہیں خود پر حیرت بھی ہوئی کہ وہ کیوں وشہ کو ...اپنے تابع دیکھنا چاہتے ہیں۔ شاید پہلی بار جب امی نے ...وشہ کے لیے ان سے اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا تب ...سے ہی وہ لاشعوری طور پر اسے اپنی پسند کے مطابق ...ڈھالنا چاہتے تھے۔ مگر کچھ ہی عرصے میں انہیں خبر ہو چلی ...تھی یہ وشہ کی محبت ہی تھی جو اپنا اختیار آزما رہی تھی۔

انہیں لگتا تھا وشہ کا دل بھی اس بے مہر محبت کے داؤ گھات میں الجھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں جو بے قراری اور جھجک تھی اگر وہ ان کی وجہ سے تھی تو وہ ہرگز نہ چاہتے کہ وہ بڑی امی کے سامنے فیصلہ بن کر کھڑی ہو ... اسی لیے بعض اوقات حد درجہ درشت ہو کر اس کے ذہن پر منفی اثر ڈالنے کی کوشش کرتے تھے۔ آج بھی بات صرف یہی تھی کہ وہ اس دو آتشہ حسن کو بائیک پر اپنے ہمراہ لے جانا نہیں چاہ رہے تھے۔ بلاوجہ ہر ایرے غیرے کی نگاہ اس پر ٹھہرتی تو ان کی جھنجلاہٹ سوا ہو ہو جاتی۔

وشہ کو سوچتے ہوئے اس کی یاسیت اور خاموشی انہیں ڈسٹرب کر رہی تھی۔

"کیا تھا جو بڑی امی اپنی بے جا ضد چھوڑ دیتیں۔" جھنجلا کر انہوں نے سوچا اور سر جھٹکتے ہوئے اپنی توجہ سڑک پر مرکوز کر دی تھی۔

☼ ☼ ☼

وشہ کی لاپروا طبیعت نے اب کام دکھایا تھا۔ دوران تعلیم ہی وہ کسی کو پسند آ گئی تھی اور اب امی نے "آنا فاناً" رشتہ فائنل مراحل سے گزار کر نوید بھائی کے ہمراہ اس کی شادی کی تاریخ بھی مقرر کر دی تھی۔

احمد بھائی نے تو یوں بھی تمام اختیارات امی ابا کو سونپ رکھے تھے کہ وہ وشہ اور نوید کی شادی کی تاریخ رکھ کر انہیں بتائیں وہ اپنی فیملی کے ساتھ کچھ عرصے کے لیے آ جائیں گے۔

طلال کے لیے یہ مرحلہ بڑا کٹھن تھا۔ بڑے ابا نے انہیں نوید اور وشہ کی شادی کے تمام امور بڑے مان سے سونپے تھے۔ جب تک احمد بھائی نہ آ جاتے تو انہیں ہی نوید کے ساتھ مل کر انتظام کرنا تھا۔ وہ جانتے تھے بڑی امی وشہ کے معاملے میں اتنی جلد بازی کیوں کر رہی ہیں۔ کاش وہ ان کی ضد کو توڑنے کی صلاحیت آزماتے تو وشہ ان کی ہوتی..... مگر انہوں نے صبر سے اپنا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیا تھا۔ چچی امی نے بھی بڑی حد تک اعلیٰ ظرفی کا ثبوت دیا کہ وہ پچھلی تمام باتوں کو فراموش کر

کے جٹھانی کے ساتھ شادی کے کاموں میں پیش پیش تھیں۔ ورنہ آخری بار بڑی امید سے وشہ کو مانگنے پر انہوں نے ان کی کم بے عزتی نہ کی تھی۔ لیکن وہ فطرتاً نرم طبیعت تھیں اس لیے کدورت نہ پالی تھی۔

طلال کا اطمینان اور بے خبری دیکھ کر وشہ کے پاس انکار یا اعتراف کا کوئی جواز نہ رہا تھا۔ طلال کو اس سے کوئی لگاؤ ہوتا تو وہ یقیناً اسے اپنانے کی کوشش کرتے ... طلال کی جتنی چاہت ہے اس گھر میں 'یقیناً' یہاں سے کسی فرد کو انکار نہ ہوتا۔ جب اپنے پندار کو اونچا کر کے اکیلے ہی سلگتے ہوئے ہجر جھیلنا مقدر ٹھہرا تو وہ امی اور ابا کو ہی کیوں نہ خوش کر دے۔ انکار کر کے وہ ان کی خوشیوں کو ملیامیٹ نہ کرنا چاہ رہی تھی۔ ایسی ہی بدگمان سوچیں ان دنوں اس پر حاوی تھیں۔ طلال کا زیادہ وقت یہاں ہی گزرتا تھا۔ انہیں دیکھ کر دل میں اٹھتی ٹیسوں کو وہ کن جتنوں سے دباتی تھی۔ ضبط کے ان کڑے لمحات کو وہ ہی جانتی تھی ورنہ جی تو چاہتا چیخ چیخ کر روئے سب کو بتائے کہ وہ اس شادی سے خوش نہیں ہے۔ کم از کم ابھی تو وہ بالکل بھی اس سارے حالات کا سامنا کرنے کے قابل نہیں ہے۔

اس نے ایک دوبار امی سے کہا بھی کہ وہ بھرپور طریقے سے نوید بھائی کی شادی کو انجوائے کرنا چاہتی ہے۔ مگر امی نے بہت ساری وضاحتوں کے ساتھ اس کا بودا سا جواز رد کر دیا تھا۔ پہلے ہی اس طرح شادی کی تمام تقریبات کا شیڈول وہ ترتیب دے چکی تھیں کہ وشہ بھرپور طریقے سے ہفتہ بھر پہلے نوید کی شادی میں شرکت کر سکے۔ اس کے بعد وشہ کی مایوں اور نوید کے ولیمہ والے روز اس کا نکاح ہونا تھا۔

امی نے بھی روایتی ماؤں کی طرح اس کے لیے بہت کچھ پس انداز کر کے رکھا ہوا تھا۔ ہمیشہ ہی انہوں نے گھر کے تمام انتظامات وشہ کو زحمت دیے بغیر سنبھالے ہوئے تھے۔ مگر اب یکدم ہی ان کے کاموں میں کچھ زیادہ ہی پھرتیلا پن اور طبیعت میں جوش پیدا ہو گیا تھا۔

احمد بھائی شادی سے پندرہ بیس دن قبل ہی بھابھی اور بچوں کے ہمراہ آ چکے تھے۔ بارہ سالہ نوین اور سات سالہ خضر سے اس کی بہت دوستی تھی وہ دونوں اب بھی اس کے آگے پیچھے پھرتے تھے۔ وشہ اپنے ان پیاروں کے درمیان ان کی خوشی کے لیے خوش ہونا چاہتی تھی۔ لیکن ... اداسی امربیل کی مانند اس کے تن من سے لپٹی ہوئی تھی۔ گھر میں سب ہی اس کی اس اداسی کو گھر والوں سے جدائی پر محمول کر رہے تھے۔

انہی دنوں اس کا رزلٹ آ گیا تھا۔ اخبار میں اپنا کلیئر رزلٹ دیکھ کر کئی ثانیے تک بے ساختہ سی خوشی اور جوش نے دل و جاں کے در و دیوار کو چھوا تھا۔ صبح صبح اس کے قدم بے اختیار طلال کے گھر کی سمت اٹھنے لگے تھے۔

کھلے گیٹ سے نظر آتے برآمدے میں سب سے پہلے چچی سے سامنا ہوا تھا۔ ان سے مبارک باد اور پیار وصول کر کے مسکراہٹ لبوں پر بکھیرے وہ طلال کے کمرے تک آئی۔ دستک دے کر اجازت ملنے پر جونہی اندر داخل ہوئی اسے ٹھٹکنا پڑا۔ طلال بغیر شرٹ کے اس کی طرف پشت کیے ریک سے جوتے منتخب کر رہے تھے۔ پلٹ کر اسے دیکھا تو فوراً بیڈ پر رکھی شرٹ اٹھا کر پہننے لگے ... انہیں شاید توقع نہ تھی کہ وشہ ہو گی۔ جھجک کر یکدم اسے پلٹتے دیکھ کر انہوں نے اسے روکا تھا۔ وشہ نے اخبار ان کے سامنے کیا۔

"وہ میں ... یہ دکھانے آئی تھی ..." سرخ روشنائی کے دائرے میں قید رول نمبر ان کے سامنے کیا تو طلال مبہم سا مسکرائے۔

"کانگریچولیشنز۔" کہتے ہوئے انہوں نے کمرے میں ٹیبل پر موجود اخبار کی طرف اشارہ کیا۔ "میں تمہارا رزلٹ دیکھ چکا ہوں۔ اب تمہارے پاس آنے ہی والا تھا۔" طلال ہیئر برش اٹھا کر اپنے بال سنوارنے لگے۔ انہوں نے مزید کچھ نہ کہا تو وشہ کو وہاں کھڑے رہنا فضول ہی لگا تھا۔ عجیب سی جامد سنجیدگی طلال پر اب طاری رہتی تھی۔ کسی کسی لمحے ایک خوش فہمی اسے گھیر لیتی تھی۔ لیکن جلد ہی وہ سر جھٹک

کر وشہ جانے کو پلٹی تھی۔

"سنو وشہ ..." طلال کی بھاری آواز اس کی سماعتوں میں اتری تو وہ رک گئی۔ طلال نے برش رکھ کر دراز سے ایک چھوٹا سا گفٹ پیک نکالا۔

"مجھے علم تھا تم پاس ہو جاؤ گی ..." وشہ کو گفٹ دیتے ہوئے ان کے لہجے میں اک محظوظ سی ہنسی در آئی تھی۔ وشہ گفٹ لیتے ہوئے جھجکی۔

"لے لو بھئی ... ابھی تمہارے لیے ایک اور گفٹ مبارک باد بھی مجھ پر ڈیو ہے۔ یعنی تمہاری شادی کا گفٹ ..." وشہ نے ان کی بات پر تڑپ کر انہیں بے اختیار دیکھنا چاہا تھا اور اسی دم وہ سرعت سے رخ موڑ گئے تھے۔

"بتا دو کیا لو گی تم ...؟" وشہ نے نارمل انداز میں کیا گیا سوال سنا ضرور ... لیکن جواب دیے بغیر پلٹ کر بھاگتی ہوئی گھر آ کر کمرے میں بند ہو گئی تھی۔ لگتا تھا دل کے ناسور پر کسی نے ناخن کھسوٹ دیے ہوں۔ شادی کے نام سے درد کی تکلیف اسے رونے پر مجبور کر رہی تھی اور پھر وہ روئی بھی خوب ... طلال کے لیے آخری بار رو رہی تھی۔

آنسو تو دل کو کمزور کر کے ذات کی نچلی تہوں میں چھپے رازوں کو بھی باآسانی عیاں کر دیتے ہیں۔ اس کے دل میں دھڑکتی طلال کی محبت کا راز عیاں ہو جاتا تو اسے کیا ملتا ... صرف رسوائی۔ سو اس نے سوچا' آج جی بھر کر اپنی محبت کی حرماں نصیبی پر آنسو بہا لے پھر شاید دل سنبھل ہی جائے۔

☆ ☆ ☆

ڈھولک پہ پڑتی تھاپ اور ڈیک میں بجنے والے ڈھولکی کے گانوں نے گھر میں موجود رشتہ داروں کی بہن بیٹیوں اور دوشیزاؤں کے نقرئی قہقہوں نے گھر کی فضا کو مسحور کر رکھی تھی۔ ایک طرف نوید بھائی کی دلہن لانے کی خوشی تو دوسری طرف وشہ کی رخصتی کا سوچ کر گھر کا ماحول بڑا اداس لگنے لگتا۔ امی نے ہی بڑے جوش و خروش سے اس کی شادی کی حمایت کی تھی۔ مگر جیسے

جیسے وشہ کے جانے کے دن قریب آ رہے تھے۔ وہ سب سے چھپ کر پلکوں میں اٹک جانے والے آنسو پونچھتی رہتی تھیں۔ ابا کو جب بھی موقع ملتا اس کے پاس بیٹھ کر ادھر ادھر کی لایعنی باتیں کرتے رہتے تھے جیسے اپنی شفقت پدری کی پیاس بجھانا چاہ رہے ہوں۔

احمد بھائی کی محبتوں کی شدت اپنی جگہ کہ وہ سال دو سال میں ہی یہاں آتے تھے۔ لیکن اس بار ان کی محبت میں عجیب سا گداز رچا ہوا تھا۔ آتے جاتے وشہ کو اپنے ساتھ لگا کر اس کا سر تھپتھپاتے۔ شاید ہر بھائی ہی اپنی بہن کو انہی دل گداز کیفیات کے سنگ رخصت کرتے ہوں گے۔

البتہ جنید اسے تنگ کرنے کو علی الاعلان کہتا تھا۔

"کم از کم مجھے وشہ کے جانے سے بڑا سکھ ملے گا۔ وشہ کا کمرہ تو میرے تصرف میں آ جائے گا ..." وہ اور نوید بھائی ایک ہی کمرہ شیئر کرتے تھے۔ اب ان دونوں کا کمرہ نوید بھائی کا بیڈ روم بن چکا تھا۔ جنید فی الحال تو لاؤنج اور ڈرائنگ روم میں سونے' رہنے کے لیے لڑھکتا تھا۔ مگر مستقبل قریب میں وشہ کے کمرے پر قبضہ جمانے کا ارادہ پکا تھا۔

☆ ☆ ☆

اور اب اس کی زندگی میں بڑا ہی ناقابل یقین سا موڑ آ گیا تھا۔ اک ناقابل فراموش حادثہ جس نے اس کی پوری زندگی ہی بدل دی تھی ... پتا نہیں یہ اسے ہمیشگی کی خوشی کا سایہ ملا ہے یا احسان کے نام پر دکھ کی جلتی دھوپ ... وہ اس وقت طلال کے نام کی مہندی ہاتھوں میں رچائے اب تک گم صم بیٹھی چار دن قبل ہونے والے حادثے اور خود پر کیے گئے احسان کے متعلق سوچ رہی تھی۔ کیا دل کی مرادیں بھی پوری ہوتی ہے کہ جب دل بے مہر ہواؤں کی زد میں آ کر جشن بھی نہ منا سکے ... دل ناتواں پر دھرے غم کے بوجھ پر خوشی کا سایہ 'ہنستی آنکھوں سے بہتے آنسوؤں کی مانند ہے۔ جن کا بہتے رہنا چونکاتا نہیں ہے۔ اس پر بھی کچھ ایسی ہی بے حسی طاری تھی۔ کیا وہ اماں 'ابا اور بھائیوں کے'

احسان کے بوجھ تلے جھکے سر کو دیکھ کر کبھی طلال کی سامنے سر اٹھا سکے گی... زندگی اک آزار ہی لگ رہی تھی اسے...

کبھی کبھی اچانک وہ ہو جاتا ہے جس کا گمان تک نہ ہو... اس جشن بہاراں کے خوشیوں بھرے موسم کے کسی لمحے میں کون سا دکھ گھات لگائے بیٹھا ہے کسی کو خبر ہی نہیں ہو پاتی اور داؤ گھات چل جاتا ہے۔

وشہ کی مایوں کے لیے چوکی سجانے کا انتظام کھلی چھت پر کیا گیا تھا۔ زرد رنگ کے ہلکی پھلکی کڑھائی والے راؤ کاٹن کے غرارے میں ملبوس غضب کی حسین لگتی وشہ لمبے سے گھونگٹ میں چہرہ چھپائے بیٹھی تھی سسرال کی طرف سے آئی ہوئی شوخ لڑکیوں کی کھلی ہوئی فقرے بازی اور فہد کے حوالے سے چھیڑ چھاڑ نے بالاخر وشہ کے سنجیدہ سے چہرے پر بھی رنگ بکھیر ہی دیے تھے۔ رات خاصی گہری ہو رہی تھی۔ مگر اسپاٹ لائٹنگ اور ہینگنگ لائٹنگ نے اب تک دن کا سا سماں باندھ رکھا تھا۔ تمام رسموں کو تکمیل کے مرحلے سے گزار کر وشہ کو اس کے کمرے میں پہنچا دیا گیا تھا۔ جہاں وہ سر جھکائے شرمائی شرمائی سی بیٹھی تھی۔

اچانک ہی عجیب و غریب قسم کے شور اور چیخ و پکار نے اس کا دل خوف سے دھڑکا دیا تھا۔ "یا اللہ خیر۔" وہ بھی تمام لڑکیوں کے ساتھ گھبرا کر بے ساختہ ہاتھوں سے غرارہ سنبھالتی چھت پر پہنچی تھی۔

"یہ... یہ کیا۔" مارے خوف کے اس کا دل بند ہونے لگا... وشہ کی نند کی چند سالہ بچی فرش پر بے سدھ اکڑی پڑی تھی۔ اس کی رنگت بالکل پیلی پڑ چکی تھی... وشہ چیخ روکتی قریب ہی کھڑی طاہرہ آپا کے کاندھوں سے چمٹ گئی تھی۔ کسی کا دھیان اس کی طرف نہ تھا۔ طاہرہ آپا معاملے کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے آبدیدہ آنکھوں اور خوف آمیز دل کے ساتھ اسے سرعت سے کھینچتی اس کے کمرے میں لے گئیں... "آپا یہ' یہ سب کیا ہوا کیسے...؟"

"چھت کی منڈیر پر سجے ننھے ننھے قمقموں میں معمولی سا تار ڈیمج ہو گیا تھا۔ کسی کی نظر اس ڈیمج حصے پر نہ پڑی ہو گی... مگر اس بچی کا ہاتھ اس پر لگ گیا اور..." طاہرہ آپا یکدم ہی خاموش ہو گئیں۔

"تو کسی نے فوراً" اسے ہٹایا کیوں نہیں...؟" وہ روتے ہوئے بولی۔

"پاگل ہوئی ہو... اتنے زبردست شاک میں کوئی کیسے اسے ہٹاتا۔ تمام خواتین ہی بوکھلائی ہوئی تھیں۔ اس کی ماں کو بھی اسے چھونے سے باز رکھا گیا تھا جب کسی نے اطلاع پر قمقموں والا سوئچ آف کیا تو وہ جھٹکا کھا کر گری تھی۔ میں تو تمہیں بھی اوپر دیکھ کر پریشان ہو گئی تھی۔ بس خدا خیر کرے... وہ ٹھیک ہو... وہاں نہ جانے کیا صورتحال ہے..." وہ اپنے خدشے یا کسی انہونی کو جھٹلاتے ہوئے بولیں۔

"اور سنو... تم اپنے کمرے میں جاؤ۔" انہوں نے جاتے جاتے تاکید کی تو وہ بے دم قدموں سے آگے بڑھی۔

وہی ہو گیا جس کا خدشہ سب کی زبان پر چپ کے قفل ڈالے ہوئے تھا۔ بچی کو ہاسپٹل فوری طور پر لے جانے کا بھی کوئی فائدہ نہ ہوا... اس کی حرکت قلب بند ہو چکی تھی۔ اس غم ناک ہنگامہ آرائی میں ہی آہستہ آہستہ سارے مہمان رخصت ہونے لگے تھے۔ صرف قریبی لوگ ہی گھر میں ٹھہرے تھے۔

تین بجے رات کو' ابا' احمد بھائی' نوید بھائی اس کی سسرال سے تعزیت کر آئے تو بہت نڈھال سے تھے۔ مہمان کے ساتھ اتنا بڑا حادثہ ان کے اپنے گھر میں ہوا تھا۔ سو ان لوگوں کی حالت قابل رحم تھی۔ معاملہ بھی وشہ کی سسرال کا تھا۔ بچی کی ماں غش پہ غش کھا رہی تھی۔ وشہ کے لیے اس کے لبوں سے بددعائیں اور کوسنے نکلتے تھے۔ وہ ماں تھی اولاد کا غم تو بڑے ظرف والوں کو بھی بے حال کر دیتا ہے۔ سو وہ سب خاموشی سے سنتے رہے تھے۔ وشہ خوف کی کیفیت پر ضبط کیے کب سے ان لوگوں کی ہی منتظر تھی ابا کو سامنے دیکھتے ہی وہ دوڑ کر ان تک پہنچی تھی۔ سوختہ آنکھوں سے سب کا چہرہ دیکھا تھا اور پھر احمد بھائی کے بازو سے لپٹ

کر بری طرح رو پڑی۔ اس نے ساتھ کھڑے طلال کا بھی دھیان نہ کیا۔

نوید بھائی اور ابا خاموشی سے ہی اس کے سامنے سے ہٹ گئے تھے... انہوں نے ہمیشہ ہی اس کے اچھے نصیبوں کی دعا کی تھی اور اب اس کو تسلی دینے کی بھی ہمت نہ پا رہے تھے۔

وشہ کے رونے کی شدت بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ احمد بھائی اس کو تھپکتے ہوئے اپنے آپ پر بہت ضبط کر رہے تھے۔ جو الزامات ابھی وہ سن کر آئے تھے۔ اس کے بعد انہیں فہد لوگوں کی طرف سے کوئی اچھی امید نہ تھی اور وشہ کی خوشیاں بھی داؤ پر لگی تھیں۔ اس کا رونا سن کر سب ہی وہاں جمع ہو گئے تھے۔ چچی اور خالہ نڈھال سی امی کو پکڑے ہوئے کھڑی تھیں۔

کسی کو آگے بڑھتے نہ دیکھ کر طلال نے ہی وشہ کا بازو تھام کر اسے احمد بھائی سے الگ کیا اور اس کے دوپٹے کے آنچل سے ہی اس کے آنسو خشک کرتے ہوئے ہلکے سے ڈپٹا تھا۔

وشہ نے بے بس ہو کر پانی چھلکاتی آنکھوں سے انہیں دیکھا۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا... انشاء اللہ... تم جا کر آرام کرو..." طلال نے درد رنگوں میں ڈھلی وشہ کو تسلی دے کر امی کے پاس جانے کا اشارہ کیا تھا۔

وشہ کی سسرال میں ہونے والی اچانک موت سے گھر بھر سوگوار ہو رہا تھا۔ کسی کو کھانے پینے کی بھی حاجت نہ رہی تھی۔ وشہ اک جامد خامشی کی زد میں تھی اس نے دیکھا ابا کے کمرے میں بڑی طویل میٹنگز ہو رہی تھیں۔ فون پر لمبی لمبی گفتگو دبی دبی سرگوشیوں میں کی جا رہی ہے۔

خاندان بھر کے چند بزرگوں کے ساتھ ابا وشہ کی سسرال گئے تھے۔ انہیں راضی کرنے کے لیے... کہ حادثہ بے شک بہت بڑا ہے۔ وہ سب ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ لیکن اب جبکہ ان کی بیٹی کی عزت کا معاملہ ہے تو وہ چند بے بنیاد مفروضات کی بنا پر جلد بازی میں رشتہ ختم تو نہ کریں۔ تین دن بعد مقررہ تاریخ کو رخصتی نہ سہی سادگی سے نکاح ہی کر لیں تو ان کی عزت رہ جائے گی..." وشہ سے سب نے معاملہ ختم ہونے والی بات چھپائی ہوئی تھی کہ شاید معاملہ سلجھ جائے اور وہ سب رسوائی سے بچ جائیں۔ لیکن وشہ کوئی نا سمجھ بچی تو نہ تھی۔ وہ سب کی بھاگ دوڑ فکریں اور پریشان حالی دیکھ رہی تھی۔ مگر چپ رہنا اس کی مجبوری تھی۔

تیسرے دن وہ شدت سے بھائیوں کی منتظر تھی۔ جو اس کے لیے بار بار جھکنے میں بھی متامل نہ تھے۔ گھر میں ایسی ہولناک خاموشی تھی کہ لگتا ہی نہ تھا یہ شادی کا گھر ہے۔ جہاں تین دن پہلے ہنسی اور زندہ دلی گونجتی تھی۔ وشہ نے سوچا تھا۔ صرف اس کی وجہ سے نوید بھائی کی خوشیاں بھی برباد ہو رہی ہیں۔ اس عالم پریشانی میں ماہین بھابھی کو ان کے میکے میں پہنچا دیا گیا تھا۔ حالانکہ موقع کی نزاکت اور حالات ناگفتہ بہ دیکھ کر وہ جانے میں متامل تھیں۔ لیکن امی نے انہیں تسلی دے کر بھیج ہی دیا تھا۔

ابا گھر میں داخل ہوئے تو ان کے کندھے جھکے ہوئے تھے۔ وہ صدمے سے نڈھال کرسی پر گر سے گئے تھے... "بچے کہاں ہیں۔" امی نے کسی انہونی سے گھبرا کر سوال کیا تھا۔

"وہ وشہ کا فی الوقت سامنا نہیں کرنا چاہ رہے تھے۔ اس لیے گھر نہیں آئے..." وشہ نے دور سے ان کی مدھم تھکن زدہ آواز سنی اور سمجھ گئی وہ ہو گیا جس کا خدشہ اس کا دل دہلا رہا تھا۔

"فہد کے والدین نے معذرت کی تھی۔ وہ بیٹے کا گھر بسا لیتے ہیں تو پھر بیٹی چھوٹ جائے گی..." ابا نے مختصراً" امی کو تمام باتیں کہہ سنائیں۔

کچھ اس طرح کا دکھ بھرا تھا ان کے سینے میں کہ وہ سنبھل نہیں پا رہے تھے۔ بیٹی کی بارات لوٹ جانے کا دکھ' جگ ہنسائی کا غم' والدین کے دل کا ناسور بن جاتا ہے اور وشہ پر تو برملا بے شمار الزامات عائد کیے گئے تھے۔ اس حادثے کو وشہ کی بدبختی سے تعبیر کیا گیا تھا۔ فہد کی بہن نے چیخ چیخ کر کہا تھا۔ "وشہ ڈائن ہے...

منحوس ہے۔ اس کی بچی کو کھا گئی اور اگر وشہ اس گھر میں آئی تو وہ خود اسے جلا کر مار ڈالے گی۔ یا اسے بھی بجلی کے سوئچ میں جھونک دے گی....“ سو اس دعوے کے بعد کسی قسم کے اصرار کی ابا میں ہمت نہیں تھی اگر یہ رب کی آزمائش تھی تو انہیں جھیلنا ہی تھا۔

٭ ٭ ٭

وشہ نے ماتم کا ارادہ ترک کر کے مایوں کا جوڑا اتار دیا۔ نہانے کے بعد لائٹ پنک کاٹن کا جوڑا زیب تن کر کے بال سلجھا کر وہ کچن میں آ گئی تھی۔ ارادہ چائے بنانے کا تھا۔ برنر آن کر رہی تھی کہ پیچھے کسی کی موجودگی کا گمان ہوا۔

وہ پلٹنے کے بجائے بے نیازی سے مصروف عمل رہی تھی۔

”ایک کپ چائے مل جائے گی....؟“ طلال کی آواز پر اس نے پلٹ کر انہیں دیکھا اور سنجیدگی سے اثبات میں سر ہلا کر کیتلی میں پانی تھوڑا بڑھا دیا۔

”خدا کے لیے وشہ.... اس دن کی طرح چائے مت پلانا۔ بڑی مشکل سے وہ کڑوا پانی حلق سے نیچے اترا تھا....“ طلال کے گمبھیر شوخ سے لہجے پر اس نے سوچا تھا۔ طلال اپنے تئیں مجھے ہلکی پھلکی باتوں میں الجھا کر بہلا رہے ہیں۔ تا کہ وہ خبر سنا سکیں جو پہلے ہی میرے علم میں آ چکی ہے.... یہ سمجھتے ہیں میں اس حادثے اور صدمے کو دل کا روگ نہ بنا لوں.... دل کو پہلے ہی جو روگ لگ چکا ہے اس کے بعد اور کوئی غم شاید اس پر اثر پذیر نہ ہو گا.... ہاں مجھے افسوس صرف اس بات کا ہے کہ میری وجہ سے میرے پیاروں کو ایک ناقابل یقین صدمہ جھیلنا پڑ رہا ہے.... شاید کہ گزرتے دنوں میں اس کا مداوا ہو جائے۔ وہ اس وقت حد درجہ حساس ہو رہی تھی۔

”تم اس وقت ادھر مصروف ہو.... نمرہ نے تمہیں شاید بتایا ہو۔ اس نے آج اپنے لیے بھابھی پسند کر لی ہے....“ وہ طلال کی بالکل مختلف سی بات پر اپنی سوچوں سے نکل کر چونکی تھی۔ گھوم کر طلال کو دیکھا۔

”کون ہے وہ.... کیا آپ کو بھی پسند آ گئی....؟“ بے ساختہ لبوں سے نکلنے والے سوال کو وہ روک نہ سکی تو فوراً ہی رخ موڑ کر مگ میں چائے نکالنے لگی۔ دل کی بے اختیاری بھی کبھی کبھی انسان کو جی بھر کر شرمندہ کر دیتی ہے۔

طلال اس کی پشت پر پھیلے بالوں سے ٹپکتے پانی کے قطروں کو گنتے ہوئے مسکرا کر بولے۔

”پسند تو مجھے وہ ہمیشہ سے ہے، رہا تمہارا سوال کہ کون ہے وہ.... تو تم خود آج اس سے مل لینا....“ اپنا مگ آگے کو ہو کر اٹھاتے ہوئے ان کے لبوں کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔ لیکن وشہ نے انہیں دیکھا ہی نہیں.... نہ ہی ان کے جواب پر غور کیا۔

”میں نہیں.... تو کوئی بھی ہو، کیا فرق پڑتا ہے مجھے۔“ وہ کافی دیر تک کچن سے نہ نکلی بلکہ بے مقصد کاموں میں لگی چیزوں کو ادھر سے ادھر کرتی رہی، بڑی دیر بعد امی کو اس کا خیال آیا تو کچن میں جا کر اس کی پیشانی چومتے ہوئے وہ اسے کمرے میں لے گئیں ان کی محبت پر وشہ کی آنکھیں بھی بھیگنے لگیں۔ اپنے آپ پر لگایا ضبط ٹوٹتا محسوس ہوا۔

٭ ٭ ٭

اچانک ہی دستک دے کر کمرے میں چند بزرگ کے ہمراہ ابا اور احمد بھائی آ گئے تھے۔ چچی نے اس کے سر پر سرخ زرتار آنچل ڈال دیا تھا۔ امی بھی اپنے دوپٹے میں منہ چھپائے بلک پڑی تھیں۔ کزنز دبی دبی ہنسی کے درمیان اس کے گرد بیٹھ گئی تھیں۔ وشہ کے سمجھ میں نہ آیا یہ اچانک ہی کیا ہو رہا ہے.... کیوں ہو رہا ہے....؟

اور جب نکاح کا خطبہ پڑھا جانے لگا، اس کے سامنے ایجاب و قبول کے لیے طلال کا نام پیش کیا گیا تو وہ یکدم ساکت ہو گئی تھی.... نہ اسے رونا آ رہا تھا نہ خوشی محسوس ہوئی، عجیب سی کیفیات میں گھری بیٹھی تھی، بھائی کے شفقت بھرے اصرار اور امی کے ہاتھ کا دباؤ شانے پر محسوس کر کے اس نے اقرار کا سندیسہ دیا

اور دستخط کر دیے۔

گھر اور مکینوں کی سوگواریت کل سے معدوم ہوتے ہوتے آج یکدم ختم ہو چکی تھی اور اب بڑی خوشگوار سی ہلچل مچ گئی تھی۔ وشہ سر منہ لپیٹے پڑی تھی کسی سے بات کرنے ہنسنے مسکرانے کا جی نہ چاہ رہا تھا۔ کسی نے اس پر توجہ نہ دی.... وشہ اور طلال دونوں ایک ہی خاندان کے تھے اور طلال یوں بھی گھر بھر کے چہیتے تھے۔ سو اب سب کی خوشی دیدنی تھی۔

بیوٹی پارلر میں آدھی تیاری تو دلہنوں کو ایک دو دن پہلے کرنی ہوتی ہے سو وشہ کو نمرہ بیوٹی پارلر لے گئی تھی۔ اب وہ صاف ستھرے ہاتھوں اور پیروں میں طلال کے نام کی مہندی رچائے بیٹھی بار بار سوچ و فکر میں گھر جاتی۔ اس کے لیے بری آ چکی تھی۔ چچی، نمرہ اور طاہرہ آپا کا خلوص اس سے چھپا ہوا نہیں تھا۔ انہوں نے بڑی لگن سے ایک دن میں ہی بری کی تمام اہم تیاریاں مکمل کر لی تھیں۔ لیکن طلال.... وہ کیونکر مانے ہوں گے....؟

سہاگ کا سرخ بھاری جوڑا.... زیور، مہندی، چوڑیاں، گجرے اور مکمل ہار سنگھار کے ساتھ اس کا یہ روپ اسے طلال کی سہاگن ثابت کر رہا تھا۔ لیکن دل چیخ چیخ کر اس رشتے سے انکاری تھا۔ محبت میں احسان شامل ہو جائے تو محبت کی لطافت مر جاتی ہے۔ وہ بھی حس لطیف سے بالکل عاری تھی۔ جی چاہ رہا تھا سب کچھ نوچ کر خود سے علیحدہ کر دے۔ کہنے کو یہ بڑی افسانوی سی صورتحال تھی۔ حقیقتاً ”جس گھر آئی بارات لوٹ جائے، عزت داؤ پر لگی ہو تو ان بدترین گھڑیوں کے متاثرین ہی جانتے ہیں ان پر کیا بیت رہی ہے۔ گر کوئی اپنا آپ ہمدردی میں پیش کر کے انہیں ذلت سے بچا لے تو وہ ”ہیرو“ کہلاتا ہے۔ دیکھنے سننے والوں کا جی بہلانے کو بھی جیسے ایک پر لطف واقعہ مل جاتا ہے۔

بھیک کی طرح ملی ہوئی عزت کا بار اٹھانا بڑا کٹھن ثابت ہوتا ہے۔ وشہ کچھ اسی قسم کی کیفیات سے گزر رہی تھی۔ اس کے ماں باپ کے جھکے ہوئے سر کو دیکھ کر وشہ کو رسوائی سے بچانے کے لیے طلال نے اسے مجبوراً ”اپنی زندگی میں شامل کیا ہے۔ کیا تھا جو یہ خوشی اسے پورے عزت و احترام سے ملتی، ازدواجی تعلق اتنا معمولی تو نہیں ہوتا کہ اسے مجبوری کی نذر کر دیا جائے۔“ کتنی بے محل سوچیں تھیں جو اس وقت اس کے ذہن سے چمٹ کر اسے بے حسی سونپ رہی تھیں۔

امی میرج ہال کے ڈریسنگ روم میں آئیں تو وہ بالکل تیار تھی۔ امی نے با آواز بلند ماشاءاللہ کہہ کر اس کی نظر اتاری تھی۔ ان کی آنکھیں چھلکتی دیکھ کر وہ بھی رونے کو بے تاب ہو گئی تھی۔

”امی....! یہ سب میرے ساتھ کیوں ہو رہا ہے.... آپ لوگوں نے طلال کو کیوں مجبور کیا میرے لیے....“ وہ ان کے سینے سے لگی بلکتے ہوئے بولی۔

”مجبوری کے رشتوں میں خوشیاں تو کم یاب ہوتی ہیں نا....؟“

”پگلی یہ مجبوری تو نہیں ہے۔ یہ تو قدرت کا فیصلہ ہے۔“ امی نے اسے سینے سے الگ کر کے اس کی ٹھوڑی کے نیچے انگلی رکھ کر چہرہ اونچا کیا اور بولیں۔

”میں ہی قدرت کے فیصلے سے پچھلے سات آٹھ سالوں سے منکر ہو رہی تھی....“ امی نے اسے آہستہ آہستہ اپنی ضد کے بارے میں پشیمانی سے بتا دیا.... وشہ رونا بھول کر حیرت زدہ بیٹھی رہی۔

”بھابھی....! وشہ میری بھی بیٹی ہے۔ ہماری عزت کا سوال ہے۔ اگر آپ برا نہ مانیں تو میرا سوالی ہاتھ ایک بار پھر آج آپ سے وشہ بیٹی کو طلب کر رہا ہے.... اگر آپ دل سے اس رشتے پر راضی ہوں تو مجھے یقین مانیے سچی خوشی آج نصیب ہو گی.... ورنہ میں ہر صورت آپ کی خوشی میں راضی ہوں....“ اتنے قیامت خیز کڑے لمحات میں تیری چچی کا سابقہ ملتجی انداز دیکھ کر میرا سر تو ندامت سے ہی جھک گیا تھا وشہ....! بڑے ظرف والے ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں جیسی تیری چچی ہیں.... طلال ہے.... ہمیشہ ان لوگوں کی قدر کرنا بیٹا.... میری اتنے سالوں کی بے کار کی ضد اور غرور نے ہی

تیری خوشیوں پر سیاہی پھیری تھی' بات بڑی ہی چھوٹی سی تھی مگر میں اپنا ظرف جانتے بوجھتے وسیع نہ کر سکی تھی۔ حالانکہ مجھے علم ہے 'معاف کرنا' درگزر سے کام لینا انسانیت کی معراج ہے۔ اقربا پروری میں تو ایسے بہت سے مواقع آتے ہیں جب انسان کو درگزر سے کام لینا پڑتا ہے۔ فطرت انسانی ہے نا.... جب انسان ٹھوکر کھاتا ہے تب ہی سنبھلنے کا ہنر سیکھتا ہے... آج میں خدیجہ کے سامنے خود کو بہت چھوٹا محسوس کر رہی ہوں' حالانکہ اس نے ایک بار بھی میرے سابقہ رویوں کو جتایا نہیں۔"

آج کے دن امی کی وضاحتیں 'پشیمانیاں... کیا وہ اتنی ہی کم فہم تھی کہ جس نے جو چاہا اس سے پوشیدہ رکھ لیا۔ طلال نے اسے ہوا بھی نہ لگنے دی کہ بارہا امی کے سامنے وہ اس کے طلبگار ہوئے ہیں... اچانک ہی پورے استحقاق کے ساتھ اسے طلال سے خفگی محسوس ہوئی تھی۔ امی اسے دعائیں دے کر لڑکیوں سے اسے ڈریسنگ روم سے باہر لانے کا کہہ گئی تھیں۔

اسی وقت زویا نے آکر موبائل اس کی طرف بڑھایا۔

"تمہاری کال ہے..." وشہ الجھن آمیز نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ تاہم ــــ کان سے لگالیا۔

"جی مسز طلال ....! شادی مبارک ہو...." طلال کی گمبھیر سی شوخ آواز نے اس کی تمام حسیات بیدار کر دیں۔ یکدم ہی اس کا دل سماعتوں میں دھڑکنے لگا ... اس نے اپنے آس پاس دیکھا اور نہ بولنے میں ہی عافیت جانی... جبکہ طلال کہہ رہے تھے۔

میرے جذبات کی ترجمان ایک نظم سنو گی وشہ":

اب اور نہیں میری جان
چنچل ہوا آکر مجھ سے کھیلے گی
چاند پھر اہتمام سے میرے آنگن میں اترے گا
کمرے میں بہاروں کا سماں ہو گا
میرا چاند گھونگھٹ میں چھپا ہو گا
اس کو گھونگٹ سے' جب میں آزاد کروں گا
چھیننے کی وہ مجھ سے فریاد کرے گا
آنکھ کا کاجل
بکھرا آنچل
گجرا' مہندی اور سنگھار
اتنے ہوں گے اس کے ہتھیار
اور میں ہوؤں گا خالی ہاتھ
خالی ہاتھوں جب میں اس کو
مالا مال کر دوں گا
رات کا آنچل دھیرے دھیرے' ڈھل کر رک جائے گا
اور آسمان کا چاند....
مجھ سے جل کر دور کہیں چھپ جائے گا....

"اف اتنے رومینٹک یہ لگتے تو نہ تھے۔"

"سن رہی ہو وشہ....؟ میں شدت دل و جاں سے تمہارا منتظر ہوں۔" طلال کی استحقاق بھری شوخی پر وہ شرم سے بوجھل سانسوں کے ساتھ کسمسا کر رہ گئی تھی۔ اس نے فون بند کرنے کا قصد کیا ہی تھا کہ وہ فوراً" پکارے۔

"سنو وشہ ....! میں اپنے بیڈ روم میں کیبل کنکشن لگوا رہا ہوں...."

"ہرگز نہیں...." اپنی سابقہ شرمندگی یاد کر کے وہ بے ساختہ ہی چڑ کر بولی تھی۔ مگر فوراً" ہی جھینپ کر موبائل آف کر دیا تھا۔ طلال کا جاندار قہقہہ دیر تک اس کی سماعتوں میں گونجتا رہا تھا۔

نفس کو مار کر محبت کرنے کے انداز نے آج اسے سرخ رو کر دیا تھا۔ اور یہ احساس ہی بڑا جاں افزا اور خوش کن تھا کہ وہ اس راہ محبت میں تنہا نہیں تھی۔ آج ملنے والی سچی خوشیوں نے اس کے انگ انگ میں جی بھر کر روپ برسایا تھا....

☆ ☆